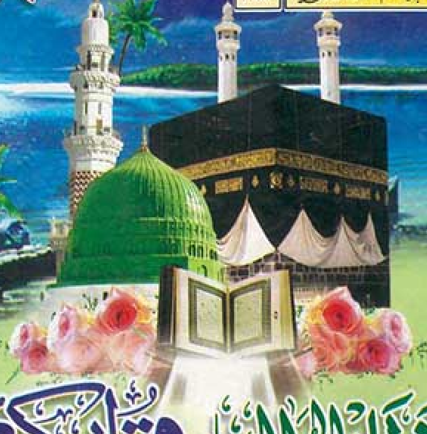
ماہنامہ

الحقیقہ

پاکستان

جلد 9 | شعبان المعظم ۱۴۳۰ھ / اگست 2009ء | شمارہ 11

فضائلِ شعبان اور شبِ برات



رمضان المبارک اور قرآن کریم

رمضان المبارک کے فضائل و مسائل

پاکستان اور علمائے سوء کی کارگزاریاں

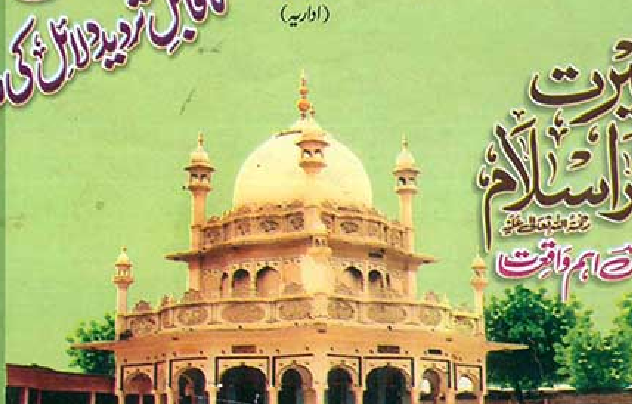
(اداریہ)

۲۰ تراویح کا ثبوت

ناقابلِ تردید دلائل کی روشنی میں

سیرت حضور مفکرِ اسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

دورانِ تدریس اہم واقعات



نعت شریف

جیسے خالق کا نہیں ہمسر و ہمتا کوئی
ہے کہاں خلق میں محبوبِ خدا سا کوئی

یہ حسیں پیکرِ زیبائی و یکتائی ہے
ایسا محبوب نہیں حاشا و کلا کوئی

دیکھ کر بولے یہ ارضی و سماوی سارے
ہاں سوا ان کے نہیں مظہرِ یکتا کوئی

عظمتِ موسیٰ و عیسیٰ بھی ہے بے شک ارفع
پر کہاں ایسا کلیم اور مسیحا کوئی

ان کی سیرت کا، نہ صورت کا ہے عالم میں جواب
ورنہ فرمایئے ایسا کہیں دیکھا کوئی؟

حال و مابعد میں یہ اور بھی ناممکن ہے
ہم نے ماضی میں بھی ایسا نہیں دیکھا کوئی

سب رسولوں کے کمالات کے ہیں جامع حضور
مقطعِ نظمِ نبوت نہیں ان سا کوئی

خوب سوچو تو یہ ہے ختمِ نبوت کا پیام
اب سوا ان کے کسی کا نہیں چارہ کوئی

بالیقیں رحمتِ عالم کے سوا اے لوگو
کیسے ہو سکتا ہے عالم کا سہارا کوئی

"گوشۂ چشمِ عنایت کی ضرورت ہے، شہا"
ان کے دربار میں لے جائے عریضہ کوئی

نقشِ لاثانی ہے محبوبِ خدا کا پیارا
پھر ہو کیوں آپؐ کو اس پیارے سے پیارا کوئی

﴿حضور مفکرِ اسلام علیہ الرحمہ﴾

غلبہ دینِ حق کی عظیم تحریک شیرانِ اسلام کا ترجمان

ماہنامہ الحقیقہ پاکستان

مجلہ

جلد 9 ۔ اگست 2009ء شعبان المعظم ۱۴۳۰ھ ۔ شمارہ 11

فہرست

پبلشر محمد عطاء الحق نے حمدین پرنٹرز دتا دربار مارکیٹ سے چھپوا کر مرکزی دفتر مجلہ الحقیقہ نقش لاثانی نگر شکر گڑھ فون 0542-451734 نارووال سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

یونس ۶۲

کلمة الحقیقہ ترجمہ: سن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم اداریہ

پاکستان اور علماءِ سوء کی کارگذاریاں

سعید آسوی کے قلم سے

یہ اس دور کی بات ہے جب ہندوستان میں مسلمانوں کی حالت اس مریض کی سی تھی، جو موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا ہو۔ اس کی صفوں میں انتشار، حوصلوں میں پستی، ولولوں میں سردی، ارادوں میں مایوسی اور روح میں مُردنی کے آثار پیدا ہو چکے تھے۔ عین اس نزع کی حالت میں ایک داڑھی منڈا مسلمان جو نہ "امام الہند" ہے اور نہ "امیر شریعت" نہ "شیخ الحدیث" نہ "ابوحنیفہ ثانی" دردمند دل کے ساتھ اٹھتا ہے اور تسبیح ملت کے بکھرے ہوئے دانوں کو ایک ہی رشتے میں پرونے کی کوشش کرتا ہے۔ عبا نہیں، قبا نہیں، کوئی ٹھاٹھ نہیں، کوئی طمطراق نہیں، اگر کچھ ہے تو سینے میں ایک بے قرار دل اور اس بے قرار دل میں ملت کا درد۔ یہ ہے ہمارا قائد، علماءِ سُوء کی شکم پرستیوں، باطل نوازیوں اور ہوسنا کیوں کا ستایا ہوا، مسلمان قیادت کے ان بھوکوں اور جھوٹے غمخواروں کے ہاتھ سے زمامِ قیادت چھین کر اس سیدھے سادھے مسلمان کے ہاتھ میں دے دیتا ہے اور یقین وثبات کے ساتھ اپنی صف بندی کرتا ہوا منزلِ مقصود کی طرف چل کھڑا ہوتا ہے۔ ایک طرف انگریز فوج کا ملحد جرنیل بکمالِ غرور وتکبر نعرہ لگاتا ہے کہ ہندوستان میں صرف دو ہی قوتیں ہیں، انگریز اور ہندو۔ مسلمان کو ہندوستان میں اپنی انفرادی اور ملی ہستی کے بقاء وتحفظ کے لئے تنظیم اور صف بندی کا کوئی حق نہیں۔ دوسری طرف علماءِ سُو کا ایک پورا گروہ اپنے آپ کو لیڈری سے محروم ہوتا ہوا دیکھ کر تلملا اٹھتا ہے۔ اپنے کھوئے ہوئے وقار کی بازیافت کے لئے پیچ وتاب کھاتا ہے۔ اپنی بے نور دکانوں کو چمکانے کے لئے اغیار کے "سفرخرچ" پر ہندوستان کے قریہ قریہ میں مارا مارا پھرتا ہے۔ جن حقائق پر پہلے ایمان تھا، جن کے پرچار کے لئے پہلے کاندھے پر منبر اٹھائے پھرتا تھا، اب اساطیر الاولین ہو جاتے ہیں (معاذ اللہ)۔ جس نصب العین کی طرف پہلے خدا اور رسول کا نام لے لے کر آیات و احادیث پڑھ پڑھ کر بلایا جاتا رہا ہے، اب ٹھیک اسی کی تغلیط اور تردید میں اپنے پھیپھڑوں کی پوری طاقت، لطافت لسانی کے سارے کمالات، ساری چرب زبانی، ساری سحر بیانی اور ساری "بوالکلامی" صرف کر دی جاتی ہے۔ پہلے اپنے مرکزِ قومی سے جڑے رہنے کی تلقین کی جاتی تھی، اس مرکز سے کٹنے اور بھٹنے والوں کو ابلیس وملعون قرار دیا جاتا تھا، حیاتِ اجتماعی کا درس دیا جاتا تھا، لیکن جب مسلمان صدیوں کی

گہری نیند سے آنکھیں کھول کر اٹھا اور اس نے چاروں طرف کے حالات پر نظر ڈال کر ایک مرکز پر جمع ہونے کی کوشش کی تو اسی مرکز کو تباہ و برباد کرنے کے لئے یہ "نیک ٹولی" ہر حربہ آزما ڈالتی ہے۔

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق (اقبال)

اسی پر بس نہیں ہوتی بلکہ نئے آقاؤں کی خوشنودئ طبع کی خاطر قرآن کے بیّن احکامات کی نظر فریب اور رہزنِ دین و ایمان تاویلیں کی جاتی رہیں۔ مثلاً قرآن کا واضح اعلان ہے:

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ. (توبہ:۲۹)

ترجمہ: لڑو ان (یہود و نصاریٰ) سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور قیامت پر۔

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ط (التحریم: ۹)

ترجمہ: اے غیب بتانے والے (نبی)، کافروں پر اور منافقوں پر جہاد کرو اور ان پر سختی فرماؤ

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ط (التوبہ:۲۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے باپ اور بھائیوں کو بھی دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر کر پسند کریں۔

بالخصوص یہ آیت کس قدر واضح اور متنبہ کرنے والی ہے

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰى اَوْلِيَآءَ م بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْض ط وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ط (المائدہ:۵۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے۔

مگر کسی نہ کسی طرح یہ تاویلات کا جال بُن کر ملت کے لئے انگریز سرکار کو رحمت ثابت کرنے پر جتے رہے۔ اور اس کے زیر سایہ "ہندو بھائیوں" کے ساتھ گزارا کرنے کا وعظ فرماتے رہے۔

اس کجروی، اس گمراہی، اس ضلالت و غوایت کا سبب؟ قبلہ ٹیڑھا ہونے کی وجہ؟ جواب ملتا ہے کہ ہم "علماءِ دین"، ہیں ہم جس طرح چاہیں دین کے ساتھ کھیل سکتے ہیں، قیادت ہمارا حق ہے۔ قوم کی سیاسی نماز ہماری ہی اقتداء میں ہوسکتی ہے۔ جدھر ہمارا منہ، اسی طرف قوم کا بھی ہونا چاہئے۔ پہلے قوت و اقتدار انگریز کے قبضہ میں تھے، ہماری نماز لندن کی طرف منہ کر کے ہوتی تھی، اب زمانے کی کروٹ نے یہی قوت ٹام سے چھین کر رام کو دے دی ہے، اب ہمارا قبلۂ عقیدت دہلی ہے۔

ہمیں نہایت دکھ اور افسوس سے اس حقیقت کو بے نقاب کرنا پڑتا ہے کہ اس شکم پرست اور باطل نواز گروہ میں اس دور کے بیشتر علماء نجد و دیوبند نظر آتے ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو آقایانِ سفید فام کی دہلیز پر سر بسجود کیا اور پھر خدا پرستوں کو صنم وطن کی بندگی کے وعظ پلانے شروع کر دیئے۔

خضر جانا تھا جنھیں ہم نے وہ ڈاکو نکلے　　　　جن کو سمجھے تھے مسیحا وہ ہلاکو نکلے

سید احمد بریلوی، سید اسماعیل دہلوی، مولوی اسحٰق دہلوی، مولوی محبوب علی، مولوی کرامت علی جونپوری، مولوی مملوک العلی نانوتوی، مولوی سمیع اللہ دہلوی، ڈپٹی نذیر احمد، مولوی احسن نانوتوی، مولوی عبدالاحد، میاں نذیر حسین دہلوی، مولوی محمد حسین بٹالوی، نواب صدیق حسن، علامہ شبلی نعمانی، الطاف حسین حالی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولانا قاسم نانوتوی، مولوی اشرفعلی تھانوی، مولوی محمد الیاس کاندھلوی، مولوی حسین احمد ٹانڈوی، مولانا ابوالکلام آزاد، عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا مودودی، مفتی محمود وغیرھم، یہ سب وہ لوگ تھے جو انگریز دوستی اور ان کے ساتھ وفاداری کا دم بھرا کرتے تھے۔ بلکہ مولوی محبوب علی صاحب (جو سید احمد کے مرید وخلیفہ تھے اور آخر میں اپنے پیر کے جہاد کو فراڈ یا فساد سمجھ کر ان سے کنارہ کش ہوگئے تھے) نے اپنے قبیلے کے طرز فکر کی عکاسی کرتے ہوئے مسلمانان سرحد کے بارے میں یہ فتویٰ صادر کیا تھا:

”سکھوں سے زیادہ ان کلمہ گو کافروں پر جہاد فرض ہے“ (حیرت دہلوی مرزا: حیات طیبہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء، ص ۲۲۳)

اس شب تیرہ میں جبکہ یہ باطل نواز گروہ جامہ مکرو ریا، قبائے زہد وتقدس اور عبائے امامت ونیابت اوڑھ کر مسلمانوں کی متاع عزت ووقار اور سرمایہ فوز وفلاح پر ڈاکہ ڈال رہا تھا، علمائے عظام اور اولیائے کرام کی ایک بڑی جماعت ایسی بھی تھی، جن کے طفیل باطل پرستی، کتمانِ حق، انصاف کشی اور شکم پروری کی تیرہ وتار فضا میں شمع حق تابندہ رہی۔ یہ وہ پاک روحیں تھیں جن کے فیوضِ روحانی، علم وعمل اور ایثار وقربانی نے ملت کے قالب مردہ میں روحِ حیات پھونکی۔ جن کے ولولہ وجوش نے امتِ مرحوم کی منجمد رگوں میں زندگی کا گرم خون دوڑایا، جس نے اغیار کی غلامی کی بجائے جذبہ حریت کو بیدار کرنے میں حضرت قائد کا بھرپور ساتھ دیا۔

رئیس المجاہدین علامہ فضل حق خیر آبادی، پیر آف مانکی شریف، پیر آف دیول شریف، ابو البرکات احمد لاہوری، مجاہد کشمیر ابوالحسنات، عبدالعلیم میرٹھی، اعلیحضرت فاضل بریلوی، صدر الشریعہ مولانا امجد علی رضوی، مولانا نعیم الدین مرادآبادی، رئیس المحققین علامہ سعید احمد شاہ کاظمی، غلام اللہ شرقپوری، سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری، مولانا عبدالستار خان نیازی، حضور نقش لاثانی علیھم الرحمہ۔ یونہی چورہ شریف، کچھوچھا شریف، گلبرگہ شریف جیسے شریعت وطریقت کے عظیم مراکز بھی کشتیاں جلا کر امت اسلامیہ کے لئے ایک آزاد وطن کے حصول کی کوششوں میں پورے ولولہ وہمت سے سرگرم تھے۔ یوں پوری تحریک آزادی کے دوران علماء ومشائخ اہلسنت سے ایک مثال بھی ایسی نہیں پیش کی جاسکتی کہ کسی نے قائد اعظم یا مسلم لیگ یا تحریکِ پاکستان سے بے وفائی کی ہو۔

المختصر! ہمارے نزدیک قدرت نے تحریکِ پاکستان کی صورت میں اپنا پرایا پرکھنے کا خوب موقعہ مہیا فرمایا تھا۔ مگر افسوس صد افسوس، قوم اس بات کو نہ سمجھ پائی اور پاکستان بنتے ہی داخلی دشمنوں کی ساری شرارتیں فراموش کر بیٹھے۔ ان کے بڑے بڑے مولویوں نے صوفیاء باصفا اور مرشدانِ راہ بیں کے لبادے اوڑھ لئے، اور قوم کو یہ بات بھی یاد نہ رہی کہ گاندھی کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالنے والے راتوں رات پارسا کیوں کر ہوگئے۔ پھر یہ سیاست میں کودے تو خوب کھیل کھیلے۔ سوشلزم اور اسلام کا مقابلہ ہوا تو ان کی اکثریت نے سوشلزم کے پلڑے کو مضبوط کیا۔ سقوط ڈھاکہ ہوا یعنی ہمارا بازو کٹ گیا، تو سبھی مسلمان خون کے آنسو رو رہے تھے مگر ان کے ہاں گھی کے چراغ جل رہے تھے کہ ان کے بقول ان کے شیطانی بزرگوں کی بات پوری ہورہی ہے۔ پھر انہوں نے ایک اور ڈھونگ رچایا۔ کشمیر میں جہاد کے نام پر اپنے مدرسوں کے طلباء کو کلاشنکوفوں سے لیس کیا گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے 'مجاہدین' کے کئی لشکر اور جیش تیار ہوگئے۔ قوم پھر دھوکہ کھاتی رہی۔

دراصل جہاد جیسا مقدس لفظ استعمال کر کے جہاد کے ساتھ مذاق کیا گیا۔ کیونکہ ان لشکروں کا رخ کشمیر کی طرف نہیں تھا، بلکہ اصل ہدف پاکستان تھا۔ ان کے نزدیک بزرگان دین کے مزارات شرک کے اڈے ہیں لہٰذا انہیں ہر قیمت پر ختم ہونا چاہئے۔ ان کا لٹریچر دیکھو تو عموماً وہ صوفیاء پر الزامات کی بوچھاڑ اور کبھی گالیوں سے لتھڑا ہوا نظر آتا ہے۔ یونہی وہ مدرسے بناتے گئے، قوم بچے فراہم کرتی رہی کہ ان کے فکر و نظر ذبح ہوں، اس طرح پاکستان کی تباہی کے لئے ایک صورت بنتی گئی۔ اور اب نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔ یہ بیت اللہ محسود، یہ صوفی محمد اور ان کی یہ ٹولیاں ملک کی کونسی خدمت کر رہی ہیں۔ ان کے نزدیک سوائے ان کے کوئی متنفس بھی مسلمان نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ علماءِ نجد و دیوبند کے ان ایجنٹوں کا کردار آج بھی تحریک پاکستان کے دوران اپنے ”بزرگوں“ والا ہے۔ اُس دور اور اِس دور میں ان کے کردار میں گہری مماثلت پائی جاتی ہے۔ اس وقت بھی یہ انگریز کے وفادار تھے، آج بھی ان کا جہاد یہود و نصاریٰ کے نہیں بلکہ کلمہ گو مسلمانوں کے خلاف ہے۔ اس وقت بھی ہندوؤں کے ساتھ ان کا تعلق دوستانہ و غلامانہ تھا، آج بھی ہندوستان ان کو اسلحہ اور روپوں کے انبار دے کر حق دوستی اور یہ لے کر حق غلامی ادا کر رہے ہیں۔ اس دور میں بھی انہوں نے شریعت اور جہاد کو ذاتی مفادات کے تحت رکھا، آج بھی ان کی روش یہی ہے۔ یہی ہیں وہ قالب کہ جنہیں جعفر اور صادق کی روحیں تلاش کر کے اپنا جانشین بنا لیتی ہیں۔ یہی ہے وہ طائفہ کہ جس نے اپنے زہد و تقدس اور علم و فضل کی نظر فریب قباؤں میں وہ خنجر و سناں چھپا رکھے ہیں کہ ملت اسلامیہ کا پُر نور سینہ جن سے ہمیشہ چھلنی ہوتا رہا ہے۔

ہمیں اس تلخ نوائی سے معاف رکھئے کہ جب اسلام کو ڈھال بنا کر مسلمان کے سینے میں خنجر گھونپا جاتا ہے، تو منہ سے بے اختیار چیخ نکل جانا کوئی جرم نہیں۔ آہ! بھڑک اٹھنے والی آگ کو تو ہر آنکھ دیکھ سکتی ہے لیکن اس آتشِ خاموش کو کوئی کیسے دکھائے جو اندر ہی اندر مغز استخواں تک کو جلا کر راکھ کا ڈھیر کر دے لیکن اس کا دھواں تک بھی سطح سے ابھرنے نہ پائے۔

یقین جانئے! ہمیں اشخاص سے کچھ تعلق ہے، نہ جماعتوں سے کچھ واسطہ۔ ہماری مخالفت و موافقت سب ایک اصول کے تحت ہے اور وہ اصول یہ ہے کہ

”جو رسول اللہ ﷺ کا ہے وہ ہمارا ہے، جو ان کا نہ ہوا، ہمارا اس سے کچھ تعلق نہیں اگر چہ وہ عبا و قبا یا جبہ و دستار کو اپنی اوڑھ بنا لے“

اور مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے والے، یہود و نصاریٰ کے پٹھو، ہنود کی غلامی کا دم بھرنے والے، اغیار دوستی میں مسلمانوں کی جان و املاک پر حملہ آور ہونے والے رسول اللہ ﷺ کے کیونکر ہو سکتے ہیں یا حضور ﷺ انہیں کیونکر پسند فرما سکتے ہیں۔ اقبال نے بھی تو یہی کہا تھا:

کل ایک شوریدہ بارگاہِ نبی میں رو رو کے کہہ رہا تھا
یہ مصر و ہندوستاں کے مسلم بنائے ملت مٹا رہے ہیں
یہ زائرانِ حریم مغرب ہزار رہبر بنیں ہمارے
ہمیں بھلا ان سے واسطہ کیا جو تجھ سے نا آشنا رہے ہیں

.... ☆☆☆ ....

اتحادِ ملت کی ضرورت و صورت

قسط: 28

حضور ملک الاسلام
پروفیسر محمد حسین آسی
علیہ الرحمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسلمانی کیا ہے؟: بات یہ ہو رہی تھی کہ اتحاد ملت کے لئے سب سے زیادہ اہم محبوب خدا حضور سرور دوسرا علیہ التحیۃ والثناء کی محبت وغیرت کے چراغ مسلمانوں کے دلوں میں روشن کرنا ہیں۔ جس حد تک اس چراغ جلانے میں کامیابی ہوگی، اسی قدر اتحاد ممکن و مستحکم ہوگا۔ ہم بار بار یہی عرض کرتے آئے ہیں جس کا دل حضور پرنور ﷺ کی محبت وغیرت سے خالی ہے وہ درحقیقت ملت اسلامیہ کا فرد ہی نہیں اگرچہ لاکھ بار کلمہ پڑھے، نماز و روزہ کی پابندی اختیار کرے اور حج و زکوٰۃ پر کاربند ہو۔ یہ واضح ترین تصور ہے جو قرآن پاک کی متعدد آیات، حدیث پاک کی کثیر روایات اور صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی ان گنت تصریحات سے ہم تک پہنچا ہے۔ حضرت مولانا ظفر علی خاں مرحوم نے اسی کی ترجمانی کرتے ہوئے فرمایا ہے

نماز اچھی، حج اچھا، روزہ اچھا اور زکوٰۃ اچھی — مگر میں باوجود ان کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ بطحا ﷺ کی عزت پر — خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

مجھے مولانا موصوف سے بہت زیادہ تعارف نہیں اور ان کی نثر و نظم کا خاطر خواہ مطالعہ نہیں کر سکا، تاہم یہی دو شعر ان کی عظمت کا پتا دینے کے لئے کافی ہیں اور لگتا ہے کہ ان کی نظم و نثر کا نچوڑ ہیں۔ ان کی مسجد میں بھی دیوار پر یہ شعر کندہ ہیں۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے، میرے ولی نعمت سیدی، سندی و مرشدی حضور قبلہ عالم اعلیٰحضرت پیر سید عابد حسین شاہ صاحب نقشہ نقش لاثانی قدس سرہا النورانی چورہ شریف کے سفر میں ظہر پڑھنے کے لئے اس مسجد میں رکے اور پھر بعد میں مولانا کی قبر پر بھی تشریف لے گئے۔ گاڑی میں دوبارہ بیٹھنے کے بعد میں نے پوچھا 'مولانا (مزار میں) کیسے ہیں؟ فرمایا 'بہت خوش ہیں۔ پھر ارشاد ہوا مولانا کا کوئی شعر سنا۔ میں نے درج ذیل سنایا

یہ کہہ کر حق جتالوں گا محمد ﷺ کی شفاعت پر — کہ آقا تیری خاطر میں نے چکی جیل میں پیسی

میرے حضور پیر و مرشد دیر تک سر دھنتے رہے، واقعی اس شعر میں مسحور کن قوت عشق ہے۔

ہو سکتا ہے بعض لوگوں کو پہچاننے میں مولانا سے کچھ تسابل ہو گیا ہو، تاہم اپنے اللہ جل جلالہ اور اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں وہ سراپا محبت اور سراپا غیرت تھے۔ مسلمانی کی جو تعریف انھوں نے کی ہے، یہی اعلیٰحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ القوی کا نقطہ نظر ہے۔ فرماتے ہیں

انھیں جانا، انھیں مانا، نہ رکھا غیر سے کام — للہ الحمد! میں دنیا سے مسلمان گیا

یہی بات دوسرے پیرائے میں یوں بیان فرماتے ہیں۔

اللہ کی سرتا بقدم شان ہیں یہ — ان سا نہیں انسان، وہ انسان ہیں یہ

قرآن تو ایمان بتاتا ہے، انھیں　　　ایمان یہ کہتا ہے، مری جان ہیں یہ

اسی کی تفسیر میں حکیم الامت اقبال علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

بمصطفیٰ ﷺ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

اگر باؤ نہ رسیدی تمام بولہبی است!

یا ان کا یہ فرمان

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول، وہی آخر

وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسں، وہی طٰہٰ

منافق کون؟: واللہ جو مسلمان ہے اس کا یہی عقیدہ ہے، اور جو منافق ہے وہ اس حقیقت کے شعور سے بھی محروم ہے۔ حضرت حسن رضا خاں صاحب بریلوی علیہ الرحمہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں ہدیہ نیازیوں پیش کرتے ہیں۔

تم ذات خدا سے نہ جدا ہو، نہ خدا ہو　　　اللہ کو معلوم ہے، کیا جانئے کیا ہو

منافق کی فکری اساس ہی یہی ہے کہ خدا اور رسول (جل وعلا فصلی اللہ علیہ وسلم) ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ کتنا غضبناک تضاد ہے کہ جو محبوب خدا علیہ التحیۃ والثنا خدا کے بندوں کو خدا سے ملانے آیا اسی کے بارے میں منافق کی سوچ یہ ہے کہ وہ جدا ہے۔ بلاشبہ منافق کی یہی سوچ ہے جس پر قرآن پاک نے اپنا قہر آلود فتویٰ دیا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نکفر بِبَعْضٍ وَّیُرِیْدُ وْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا ○ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّھِیْنًا ○ (النساء: ۱۵۰، ۱۵۱)

ترجمہ: وہ جو اللہ اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ سے اس کے رسولوں کو جدا کر دیں اور کہتے ہیں کہ ہم کسی پر ایمان لائے اور کسی کے منکر ہوئے اور چاہتے ہیں کہ ایمان و کفر کے بیچ میں کوئی راہ نکال لیں، یہی ہیں ٹھیک ٹھیک کافر اور ہم نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (کنز الایمان)

مومن رسول ﷺ کو خدا سے جدا نہیں جانتا لہٰذا اس کے نزدیک اطاعت رسول، اطاعت خدا؛ قانون رسول، قانون خدا؛ محبت رسول، محبت خدا؛ رضائے رسول، رضائے خدا اور تعظیم رسول، تعظیم خدا ہے (جل وعلا و ﷺ) اس لئے اس کے نزدیک اللہ کو ماننا بھی ضروری ہے اور اس کے رسول ﷺ کو ماننا بھی۔ منافق کے ہاں اللہ کو ماننے کی گنجائش نکل سکتی ہے مگر رسول ﷺ کو دل سے ماننا اسے قطعاً گوارا نہیں۔ اس 'قلبی انکار' کو چھپانے کیلئے وہ 'زبانی اقرار' کا لبادہ اختیار کرتا ہے۔ مگر نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا'۔ چنانچہ لاکھوں تکلفات کے باوجود دل کی بات بھی اس کی زبان پر آجاتی ہے اور جب مسلمان غلبے میں ہوں تو وہ دکار کار رہتا ہے، مگر اگر خدانخواستہ مسلمان دبے دبے ہوں تو اس کا 'انکار' اور کھل جاتا ہے۔ مولانا اسمٰعیل اسی 'انکار و اقرار' کی پیداوار تھے۔ چنانچہ ان کا مشہور قول ہے 'ایک اللہ کو مان اور کسی کو نہ مان" (تقویت الایمان)

دیکھا آپ نے اصل سوچ یہی ہے اگر اس سوچ کے ساتھ کلمہ پڑھتے ہیں تو محض مصلحت کا تقاضا سمجھ کر ان کے اسی پڑھنے کے بارے میں قرآن پاک نے فرمایا

اِذَا جَآءَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْھَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰہِ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُہٗ وَاللّٰہُ یَشْھَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ ○
اتخذو ایمانھم جنۃ فصدو اعن سبیل اللہ ط انھم ساء ما کانوا یعملون ○ (المنفقون ۱۔۲)

ترجمہ: جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بیشک یقیناً آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔ اور انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال ٹھہرالیا

تو اللہ کی راہ سے روکا، بیشک وہ بہت ہی برے کام کرتے ہیں۔

حضرت اقبال نے اسی حقیقت کی ترجمانی یوں فرمائی ہے

خرد نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

مسلمان جو کچھ کرتا ہے یقیناً ایمان کی بنیاد پر کرتا ہے، اس لئے اس کی نماز اور دوسری عبادات وحسنات میں ایک نور و سرور ہوتا ہے مگر منافق اپنے نفاق پر پردہ ڈالنے کیلئے سجدہ و سجود کا اہتمام کرتا ہے ورنہ اسے خدا سے غرض ہے اور نہ اس کی عبادت سے۔

کون خلوص سے پڑھتا ہے اور کون دکھاوے کے طور پر، اس کا سیدھا سا جواب یہی ہے خلوص ایمان کی پیداوار ہے اور دکھاوا نفاق کی، لہٰذا جس میں ایمان ہے وہ خلوص سے پڑھتا ہے جس میں ایمان نہیں وہ ریا سے۔ قرآن پاک میں ہے

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ ۝ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ۝

ترجمہ: تو ان نمازیوں کیلئے خرابی ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں، وہ جو دکھاوا کرتے ہیں اور برتنے کی حقیری چیز (بھی کوئی مانگے تو نہیں دیتے)

اخلاص وتقویٰ کا امتحان: اور اس کا امتحان کیونکر ہو؟ اسی طرح جیسے اللہ نے لیا، یعنی تعظیم نبی علیہ السلام کے ذریعے۔ حکم دیا، خلیفۃ اللہ (حضرت آدم علیہ السلام) کو سجدہ کرو، فرشتوں نے کیا مگر ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ واضح ہو گیا کہ اس کی عبادت میں نور و سرور نہیں تھا، خلافت کا امیدوار تھا اور اسی غرض سے بڑھ چڑھ کر 'عبادت' میں مصروف رہتا تھا۔ معلوم ہوا تعظیم رسول علیہ السلام ہی قلبی تقوے کی سب سے بڑی علامت ہے جیسا کہ سورۃ الحجرات کی ابتدائی آیات سے بالکل واضح ہو جاتا ہے مثلاً یہ آیت

إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ بیشک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس، وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا ہے، ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔ (الحجرات:۳)

دیکھا آپ نے قلبی تقویٰ کا امتحان کس طرح لیا گیا۔ بہر حال اللہ کے ساتھ ساتھ اس کے رسول ﷺ کو ماننا ضروری ہے، بلکہ رسول کو ماننا ہی اللہ کو ماننے کی بنیاد ہے۔ مختصراً یہ کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ماننا ایمان، اور اللہ کو رسول اللہ ﷺ کے بغیر ماننا نفاق۔ بلکہ یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی اللہ کو مانے (جیسا بھی مانے) مگر رسول ﷺ کو نہ مانے۔ مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ رسول کو مانے اور اللہ کو نہ مانے۔ کیونکہ رسول کو رسول ماننا ہی اللہ کی نسبت سے ہے، اس لئے کہ رسول کو ماننا اس کو دراصل رسول اللہ یعنی اللہ کا رسول ماننا ہے۔ سو یہ کیونکر ممکن ہے کہ رسول کو رسول مانتے ہوئے اللہ کا انکار کرے۔ اللہ کو سکھ بھی مانتے ہیں، ان کے علاوہ بھی کئی کافر اللہ کو ایک مانتے ہیں تو پھر بھی وہ کافر کیوں ہیں اس لئے کہ ان کا اللہ کے رسول پہ ایمان نہیں۔ مگر رسول اللہ کو ماننے والے سے اللہ کا انکار ممکن و متصور ہی نہیں۔

گر جدا بینی ز حق تو خواجہ را   گم کنی ہم متن و ہم دیباچہ را

ایک طویل حدیث پاک کے آخر میں فرشتوں کا قول مذکور ہے مُحَمَّدٌ فَرْقٌ بَيْنَ النَّاسِ یعنی محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء ہی کی ذات (حق و باطل یا کفر و اسلام میں) وجہ امتیاز ہے۔ بہر حال کفر و اسلام میں وجہ امتیاز حضور پر نور ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ جو انھیں نہیں مانتا کافر اور جو انھیں مانتا ہے مومن

خلاصہ ہے یہی سب داستان کفر و ایماں کا   کرے انکار جو کافر ؛ جو مان لے، مومن

بعد از خدا: چونکہ مسلمان دل سے مانتا ہے اس لئے رسول مان کر اللہ بزرگ و برتر کے بعد انھیں کو سب سے بڑا اور سب سے زیادہ مانتا ہے لہٰذا ظاہر ہے انتہائی تعظیم تو اللہ کے لئے ہے مگر اس کے بعد سب سے زیادہ تعظیم کی مستحق ذات پاک ہے جس نے اپنے اللہ کی یہ تعظیم سکھائی۔ یاد رہے

تعظیم کے اس انتہائی اعلیٰ درجے کا نام ہی عبادت ہے۔ یقیناً سب سے بڑا بھی ایک ہی ہے (یعنی وحدہ لاشریک) اور انتہائی اعلیٰ درجہ تعظیم یعنی عبادت بھی اسی کے شایان شان ہے۔ اس کے بعد جو تعظیم ہے وہ اسکے حبیب مکرم ﷺ کیلئے ہے مگر چونکہ یہ حبیب پاک ﷺ از خدا ہیں لہذا یہ تعظیم بھی عبادت نہیں بلکہ بعد از عبادت ہے۔ بلاشبہ حضور پرنور ﷺ کے لئے تعظیم ہے مگر عبادت نہیں ہے۔ ہاں چونکہ کوئی نیک کام جب اللہ کو خوش کرنے کیلئے کیا جائے تو وہ بھی گویا اللہ کی عبادت ہے، اس اعتبار سے کسی نبی علیہ السلام کسی ولی اور کسی بزرگ کی تعظیم اس نبی، ولی یا بزرگ کی نہیں، اللہ کی عبادت ہے۔ دیکھئے ایک حدیث پاک

ما من ولد بار ينظر الى والديه نظرة رحمة الا كتب الله له بكل نظرة حجة مبرورة قالوا وان نظر كل يوم مائة مرة قال نعم الله اكبر واطيب (بیہقی)

ترجمہ: کوئی نیک بیٹا ایسا نہیں جو اپنے والدین کی طرف نگاہ رحمت سے دیکھے مگر ہر نظر کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک حج مقبول لکھ دیتا ہے۔ لوگ عرض گزار ہوئے کہ خواہ روزانہ سو بار دیکھے۔ فرمایا 'ہاں! اللہ بہت بڑا اور بہت پاک ہے۔

غور فرمایا زیارت والدین کی، عبادت اللہ کی۔

مختصر یہ کہ محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء کی عبادت نہیں بلکہ تعظیم کی جاتی ہے مگر یہ تعظیم بھی اللہ کی اس لئے عبادت ہے کہ اس کے حکم سے کی جاتی ہے اور ظاہر ہے اس کے حکم کی تعمیل اگر عبادت نہیں تو کیا ہے؟

بات کچھ دور نکل گئی، کہنا یہ تھا کہ مومن تہ دل سے حضور پرنور ﷺ کو اللہ کا رسول مانتا ہے لہذا اس کا تصور یہی ہوتا ہے کہ

ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

لہذا اس کے نزدیک علم میں اختیار میں، مشکل کشائی وحاجت روائی میں، بلکہ زندہ ہونے میں بھی حضور ﷺ ہی بعد از خدا ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو باقی امت کے استاد ہیں، ان کا یہی تصور تھا اسی لئے بات بات پر واللہ ورسولہ اعلم (یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو زیادہ علم ہے) کہا کرتے تھے، مشکل کے وقت رحمۃ للعٰلمین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فریاد کرتے تھے، اور کبھی یہ فریاد سامنے آکے ہی نہیں، دور دور سے بھی کرتے تھے۔ حضور پرنور ﷺ کے یہ عشاق اپنے آقا ومولا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کے مطابق زمین کے کسی گوشے میں ہوتے نماز میں

السلام عليك ايها النبى (یعنی یا نبی سلام علیک)

ہی عرض کیا کرتے تھے۔ غرض وہ حضور پرنور ﷺ کو خدا کے بعد اور خدا کے ساتھ مانتے تھے۔ لہذا ہر وصف کو اسی اعتبار سے دیکھتے تھے۔

منافق چونکہ دل سے رسول نہیں مانتا لہذا ان کے ہر وصف وفضل کا منکر ہے اور ہر اعتبار سے انھیں اپنے جیسا مانتا ہے۔ مثلاً اس کے خیال میں وہ علم غیب سے محروم ہیں کیونکہ یہ خود اس سے محروم ہے، وہ حضور پرنور ﷺ کو شفیع نہیں مانتا کیونکہ خود یہ منصب شفاعت پر فائز نہیں وغیرہ وغیرہ۔ پھر کیونکہ قرآن حکیم کا یہ علانیہ انکار نہیں کرسکتا اور قرآن حکیم اس محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے فضائل ومناقب کو پوری آب وتاب کے ساتھ بیان کرتا ہے تو یہ اس کے لئے سخت پریشانی ہے۔ اگر کھلم کھلا یہ کہہ دے کہ 'قرآن حکیم پر میرا ایمان نہیں، تو سارا مکر وفریب کھل گیا اور اگر ایمان رکھے تو حضور پرنور ﷺ اور دیگر محبوبان خدا کے فضائل پر بھی ایمان لانا پڑتا ہے، اس کا حل منافق نے یہ نکالا کہ قرآن پاک پر ایمان رکھنے کا دعویٰ بھی برقرار رکھے مگر فضائل ومناقب کا انکار کرنے کیلئے آیات والفاظ قرآن کے معانی میں تحریف وتبدیل کا مرتکب ہو جائے۔ گویا قرآن پاک میں تحریف لفظی (جو ناممکن ہے) کی بجائے تحریف معنوی کرتا ہے)

معانی میں کتر بیونت: حقیقت یہی ہے کہ منافق اصولاً اللہ کے محبوبان کرام خصوصاً محبوب اکرم واعظم ﷺ کے خداداد فضائل وکمالات کو برداشت نہیں کرسکتا لہذا قرآن پاک کے الفاظ بدلے بغیر معانی میں ایسی کتر بیونت کرتا ہے کہ فضائل وکمالات کا نام ونشان نہ رہے۔ ظاہر ہے یہ فضائل وکمالات دینے والے اللہ سے لڑائی ہے مگر اسے اس کی کیا پروا؟ اس کے پدر روحانی علیہ اللعنہ جس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا کی سنت بھی تو یہی ہے۔ ظاہر ہے چند بد قسمت لوگ اس کی تاویلات کے چکر میں آجاتے ہیں مگر اہل ایمان تو اس کو پہچان لیتے ہیں۔ مثلاً اللہ جل شانہ کی غیرت کا تقاضا تھا کہ اپنے حبیب اکرم ﷺ کا باب رحمت دکھا کر اپنی مخلوق کو کسی اور کے دروازے پر نہ بھیجے لہذا اس نے ختم نبوت کا تاج سجا کر

اپنے اس محبوب کریم کے خاتم النبیین ہونے کا اعلان کردیا۔ یہ بڑی فضیلت کی بات تھی۔ مگر منافق نے یہ تاثر دیا۔ تقدم وتاخر زمانی میں کوئی فضیلت ہی نہیں اور اگر حضور ﷺ کے زمانے میں یا بعد میں بالفرض کوئی نبی آجائے تو آپ کی خاتمیت میں کوئی فرق ہی نہیں پڑتا۔

دیکھ لیجئے 'تحذیر الناس' میں خاتم النبیین کے معروف ومخصوص معانی کے انکار کی تفصیل)

خداوندرحیم وکریم نے اپنے حبیب رحیم وکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو سارے عالمین کا آقا ومولا، داتا، مشکلکشا، حاجت روا، کلفت زدا بنا کر ان کے رحمۃ للعلمین ہونے کا سورۃ الانبیاء میں اعلان کردیا۔ قرآن پاک کے تیس پاروں کی رو سے یہ منصب صرف حضور پرنور ﷺ سے خاص ہے۔ نفاق کے لئے یہ مرنے کا مقام تھا اس نے صاف صاف کہہ دیا کہ ہر مسلمان کو رحمۃ للعلمین کہہ سکتے ہیں۔ دیکھئے (فتاوئی رشیدیہ)

کوئی مسلمان اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا کہ کسی بھی نبی (علیہ السلام) کی علمی وعملی قوتوں اور صلاحیتوں سے زیادہ کسی بھی دوسرے شخص کو نوازا گیا ہو۔ مگر نفاق اپنے راہ کی اس رکاوٹ کو بھی دور کرنا چاہتا تھا۔ اس نے بکا "انبیاء علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں، رہ گیا عمل تو اس میں امتی نبی کے برابر بھی ہوسکتا ہے اور بسا اوقات بڑھ بھی جاتا ہے"۔ (وہی تحذیر الناس دیکھیں) جس میں خاتم النبیین کے معنی بدلے گئے ہیں) اتنا غنیمت رہا کہ انبیاء علیہ السلام کا علمی تفوق تسلیم کرلیا گیا۔ مگر کب تک؟ چند دنوں کے بعد نفاق نے پھر پلٹا کھایا اور علمی تفوق کا بھی انکار کردیا۔ حتیٰ کہ معاذ اللہ تاجداران نبوت کے علم کو پاگلوں اور جانوروں کے علم سے تشبیہ دے ڈالی، وغیرہ وغیرہ۔

فضل خداداد سے چڑ: یہ تو چند مثالیں ہیں ورنہ منافق کو محبوبان خدا بالخصوص محبوب اعظم واکرم ﷺ کے ہر خداداد فضل وکمال سے چڑ ہے اور وہ بھی یہاں تک کہ خود تو ماننے سے رہا، اگر کوئی اور شخص اسے بیان کررہا ہو تو بھی برداشت نہیں کرتا، کوئی اس کے سامنے کلمہ شریف پڑھے تو یہ سیخ پا ہو جاتا ہے اور کوئی درود شریف کا ورد کرے تو اس کے نتھنے پھول جاتے ہیں۔ اگر اس کے کان میں نعت شریف کی آواز پڑ جائے تو مر جاتا ہے، کوئی شخص اس کے سامنے حضور انور ﷺ کے معجزات وکمالات کا ذکر کرے تو اس کا پارہ چڑھ جاتا ہے۔ آخر کیوں؟ اسی لئے کہ یہی اس کا مقصد حیات ہے، طرفہ یہ کہ ایمان کا دعویٰ بھی نہیں چھوڑتا اور توحید کا نعرہ بھی لگاتا ہے۔ منافق کا یہ عام رویہ ہے، اور یہ بالخصوص اس وقت ہے جب حالات پر اسے پورا کنٹرول نہ ہو۔ جہاں 'حالات' کو اپنے حق میں سازگار پاتا ہے، وہاں مقدور بھر جنگ وجدل بلکہ کشت وخون بھی ضرور کرتا ہے۔ کیا آپ کو یاد نہیں ضیاء الحق کے دور صدارت میں رائے ونڈ کے سالانہ اجتماع کے موقع پر دو شخصوں کو اس بنا پر چھت سے الٹا لٹکا کر اور ڈنڈے مار مار کے شہید کردیا گیا تھا کہ بھرے اجتماع میں ان کے منہ سے نعرہ رسالت اور بابا شاہ جمال زندہ باد کا نعرہ نکل گیا تھا۔

ایک دردناک واقعہ: مشرک بھارتی حکومت ان جیسے توحید پرستوں سے، بہت خوش ہے کیونکہ انھوں نے مسلم لیگ کی مخالفت میں علانیہ کانگرس کا ساتھ دیا تھا (جیسا کہ ان کی فطرت کا تقاضا تھا) چنانچہ وہاں پاکستان کے قیام کے بعد اسلام کی نمائندگی زیادہ تر انھیں اسلام دشمنوں کو دی جاتی ہے اور وہاں انھیں ہندو دہشت گردوں کا ہراول دستہ ہی سمجھا جاتا ہے۔ وہاں ان کا انداز فکر وعمل کیا ہے۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ ملاحظہ ہو؟ جسے کتاب "افتراق بین المسلمین کے اسباب" مصنفہ مولانا مبارک حسین مصباحی ایم۔ اے سے لفظ بلفظ لیا گیا ہے۔ (یہ واقعہ سرزمین ہند میں چند سال قبل رونما ہوا ہے)

"آغا دریا خان بستی میں ایک نامور اور خوش عقیدہ شخصیت گزری ہے انھیں کے نام سے محلہ ہے اور انھیں نے ہی یہ مسجد تعمیر کرائی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ مسجد بھی انھیں کے نام سے مشہور ہوگئی اور آج تک اسی خاندان کے لوگ اس مسجد کی نگہداشت اور اہتمام وانصرام کی خدمت کا شرف حاصل کررہے ہیں افسوس یہ خوش قسمت نوجوان شہید بھی اسی تاریخی خاندان کا چشم وچراغ تھا مسجد میں آج تک تمام معمولات اسلام وسنیت کے مطابق جاری رہے ہیں۔ جن کے شاید اغیار واخیار سب ہیں، کچھ دنوں پہلے مسجد میں وہابی مکتب فکر کا ایک دارالعلوم قائم ہوا۔ اساتذہ کا طلبہ کیلئے اس دارالعلوم میں ایک مسجد بھی ہے اس دارالعلوم کے کارگزار مولوی باقر ہیں ان کے دل ودماغ وہابیت کی روایتی دہشت گردی سے پوری طرح لبریز ہیں۔ ایک دن انہوں نے اپنے چیلوں چپالوں کو لے کر اس مسجد میں دخل اندازی شروع کی اہل محلہ اور منتظمین مسجد کو یہ سخت ناگوار گزرا مگر جناب اپنی شرانگیز حرکتوں سے باز نہیں آئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے دیکھتی آنکھوں امامت کا مسئلہ کھڑا کردیا، بات یہاں تک پہنچی کہ سنیوں اور دیوبندیوں کو قوالی میں طلب کیا گیا۔ جہاں اتفاق رائے سے یہ صلح نامہ تحریر کیا گیا۔

"مسجد میں دارالعلوم کا کوئی دخل نہ ہوگا مسجد دریا خاں کا امام وہی ہوگا جو میلاد کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھے چراغاں، طاق بھرنا تیو

ہار وغیرہ پرانی روایات کے طریقے پر کرے اور پیش امام کے پیچھے سبھی لوگ نماز ادا کریں"۔

اس صلح نامہ پر انتظامیہ اور شہر کے ذمہ داران کے دستخط ہوئے مگر مولوی باقر صاحب اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے وہ اپنے دارالعلوم کے اساتذہ وطلباء سے کچھ نہ کچھ فتنہ انگیزیاں کراتے رہتے، چشم دید راویوں کا بیان ہے کہ ۲۰ جولائی ۱۹۹۷ء کو اس مسجد میں جشن عید میلاد النبی ﷺ کا پروگرام تھا بارہ ربیع الاول کی مناسبت سے اس مسجد کو دلہن کی طرح سجا دیا گیا تھا ٹھیک ۷ بج کر ۱۰ منٹ پر مولوی باقر اپنے ہم نواؤں کو لیکر مسجد میں گھس گئے اور ڈیکوریشن توڑنے لگے محلہ کے مسلمانوں نے مزاحمت کی تو لوگوں کو جان سے مارنے کی دھمکی دی اور چلے گئے پھر نو بجے یہ ظالم ایک سو سے زائد شر پسندوں کو لیکر ڈاکوؤں کی طرح مسجد میں داخل ہو گئے۔ میلاد شریف کی تیاریوں میں مصروف عبدالوحید خاں کے بھائی عبدالعزیز خاں اور عبدالرحیم خاں اور دیگر نوجوانوں کو راڈ اور لاٹھیوں سے مارنے لگے کتنے ہی نوجوان سخت گھائل ہو گئے زخمیوں کو فوراً اسپتال بھیجا گیا عبدالعزیز خاں (جن کے سر میں چوٹ زیادہ تھی) کو لکھنؤ بھیجا گیا مگر اپنے نبی کی محفل سجانے والا یہ نوجوان زخموں کی تاب نہ لا کر راستے ہی میں جام شہادت سے سیراب ہو گیا۔

ایک سوال: اب ایک سوال بار بار دل و دماغ میں ہیجان برپا کر رہا ہے کہ جب وہابی مکتب فکر کے دارالعلوم میں بجائے خود مسجد ہے، اساتذہ، طلبہ اور دیگر لوگ وہاں نماز پڑھتے ہیں پھر مولوی باقر صاحب کو مسلمانوں کی اس مسجد میں نماز پڑھنے کا شوق کیوں پیدا ہوا، کیا اس مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب کچھ زیادہ تھا کہ اس شوق جنوں خیز میں انہوں نے قتل وخون کے دریا سے گزرنے میں بھی کوئی خوف محسوس نہیں کیا۔

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

اس سربستہ راز کا انکشاف ان کا ہم عقیدہ ہی کر سکتا ہے، لیجئے پیش خدمت ہے دیوبندی مکتب فکر کا روزنامہ اخبار "راپتی گورکھپور" کا سنسنی خیز انکشاف

"بستی کے پرانے محلے آغا دریا خاں میں وہ مسجد جس کو لے کر آج تنازع ہیں اس کی تعمیر تقریباً ۸۵ سال قبل آغا دریا خاں کے والد آغا علی خاں نے کرائی تھی جس میں لوگ ایک زمانے سے نماز با جماعت ادا کرتے آرہے ہیں۔ اور نماز کے بعد گزشتہ بیس سالوں سے یہاں صلوۃ وسلام پڑھنے کی روایت بھی ملتی ہے۔ مولانا باقر نے مسجد میں ہوئی جدید کاری کا نقشہ اور وقف بورڈ سے حاصل سند سعودی عربیہ کے شیوخ کے سامنے رکھا اور وہاں سے لاکھوں روپیہ چندہ کے نام پر لے آئے اور اسی طریقے کا کام دوسری قدیمہ مساجد کے ساتھ بھی کرتے ہیں پرانی بستی میں واقع ایک مسجد کے سلسلے میں بھی انہوں نے ایسی ہی کوشش کی اور مسجد کے ذمہ داران کی مدد کی پیش قدمی کی مگر لوگ تیار نہیں ہوئے۔ یہاں کئی سوالات پیدا ہوتے ہیں دارالعلوم مدرسہ کے اندر ایک عالی شان مسجد موجود ہے جہاں بچے نماز ادا کرتے ہیں پھر مولانا کو اس مسجد کی مداخلت کی کیا ضرورت تھی۔ حقیقت تو یہ ہے عبدالعزیز کے قتل کے بعد مدرسہ کے مدرس آکر امامت کے فرائض سر انجام دیں گے"۔ (روزنامہ راپتی گورکھپور، ۲۷، جولائی ۱۹۹۷)

یہ تھا اس قتل وغارتگری کا حقیقی پس منظر جس کا انکشاف ایک دیوبندی اخبار نے بر ملا کر دیا۔ اس وقت پورے برصغیر میں دیوبندی اور غیر مقلد مولویوں نے یہ دھندا جاری کر رکھا ہے کہ یہاں کی خستہ حال مسجدوں کے فوٹو اپنے عیاش سعودی آقاؤں کے سامنے پیش کر کے کروڑوں کی رقم لے آتے ہیں جس سے مسجدیں اور اپنی بلڈنگیں زیادہ تعمیر کرا رہے ہیں اور انہیں بدمعاشیوں کے نتیجے میں ہزاروں فتنے جنم لے رہے ہیں اور ہر طرف اختلاف وبد عقیدگی کی وبائے عام جنگل کی آگ کی طرح پھیلتی جارہی ہے۔ تازہ خبر: اب ایک تازہ خبر ملاحظہ ہو

"سرینگر (کے پی آئی) مقبوضہ کشمیر میں پولیس نے آبی گزر اور حبہ کدل میں اس وقت ڈیموکریٹک پولیٹیکل موومنٹ کے کئی سرکردہ لیڈروں سمیت سو سے زائد حریت کارکنوں کو گرفتار کر لیا جب انہوں نے عید میلاد النبی ﷺ کے سلسلے میں جلوس نکالنے کی کوشش کی۔ اس دوران سید علی گیلانی کو ان کے گھر میں نظر بند کر رکھا گیا۔ تفصیلات کے مطابق گزشتہ روز عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر آبی گزر سرینگر میں ڈی پی ایم کے قائم مقام چیئرمین سید بشیر اندرابی کی قیادت میں جلوس نکالا گیا جبکہ جلوس میں حال ہی میں رہا کئے گئے ڈی پی ایم کے چیئرمین فردوس احمد شاہ نے بھی شرکت کی۔ جلوس میں شامل مختلف حریت اکائیوں سے وابستہ سینکڑوں حریت کارکن اسلام اور آزادی کے حق میں نعرے بازی کر رہے تھے۔ شرکاء جوں ہی

پرتاب پارک میں پہنچے تو پولیس کی بھاری نفری وہاں نمودار ہوئی اور انہیں روکنے کی کوشش کی لیکن جلوس کے شرکاء نے مزید مزاحمت کی۔ اس پر پولیس نے لوگوں کو منتشر کرنے کے لئے لاٹھی چارج کیا اور 57 حریت کارکنوں کو حراست میں لے لیا۔ گرفتار شدگان میں حال ہی میں رہا ہونے والے فردوس احمد شاہ اور سید بشیر اندرابی کے علاوہ محمد شفیع لون، عبدالخالق بڈگامی، سید اعجاز احمد بھی شامل ہیں۔ اس جلوس کی قیادت سید علی گیلانی کرنے والے تھے لیکن جمعہ کی صبح ہی ان کی رہائش گاہ کے باہر پولیس کا سخت پہرہ بٹھا دیا گیا اور انہیں گھر میں نظر بند کر دیا گیا۔ اس دوران سینئر حریت لیڈر شکیل احمد بخشی اور لبریشن فورم کے سربراہ جاوید احمد میر کی قیادت میں عید میلاد النبی ﷺ کے سلسلے میں جلوس نکالے گئے۔ جلوس کے شرکاء نے حبہ کدل کے راستے زیارت نقشبند صاحب نوہٹہ کی طرف جانے کی کوشش کی لیکن پولیس اہلکاروں کی ایک بڑی تعداد نے انہیں فتح کدل کے قریب روکا اور تقریباً ایک درجن کارکنوں کو گرفتار کر لیا گیا جن میں شکیل احمد بخشی اور جاوید احمد میر کے علاوہ محمد یوسف نقاش، نور محمد، محمد انور، شاہد مقبول، منان بخاری اور خالد فرید شامل ہیں۔ اس دوران شہر کے مختلف علاقوں میں بھی حریت کی مختلف اکائیوں نے جلوس نکالنے کی کوشش کی تاہم پولیس نے ان کی کوشش کو ناکام بناتے ہوئے 20 سے زائد افراد کو حراست میں لے لیا جبکہ حریت کارکنوں سے بھری دو گاڑیوں کو بھی پولیس نے اپنی تحویل میں لے لیا۔ گرفتار شدگان کو شہر کے مختلف پولیس تھانوں میں بند رکھا گیا ہے۔" (روزنامہ پاکستان 24 اپریل 2005)

......روزنامہ پاکستان مورخہ ۲۵ اپریل ۲۰۰۵ء کا اداریہ......

"بھارتی فوج نے سری نگر میں عید میلاد النبی کے جلوس پر فائرنگ کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ مقبوضہ ریاست کے شہریوں کے مذہبی حقوق کا بھی احترام کرنے کو تیار نہیں۔ عید میلاد النبی ﷺ کا تہوار مسلمانوں کیلئے انتہائی متبرک اور مقدس خیال کیا جاتا ہے لیکن اس موقع پر بھی بھارتی فوج نے ظلم و جبر کا مظاہرہ کیا ہے اور کشمیری مسلمانوں کو رسول ﷺ کی ولادت کی خوشیاں منانے کی اجازت بھی نہیں دی گئی۔ بھارتی حکومت سے کسی نرمی کی توقع تو عبث ہے لیکن اسے معلوم ہونا چاہیے کہ ظلم اور زیادتی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے اسے مسلمانوں کے متبرک دنوں میں تو ظلم کا سلسلہ بند کر دینا چاہیے۔

غور فرمایئے: قارئین اور ناظرین ان دونوں خبروں پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں اور سوچیں مسلمان اپنے پیارے نبی مکرم ﷺ کی عید میلاد کی خوشیاں مناتے ہیں تو ہندوؤں اور دیوبندیوں کا ردعمل کتنا یکساں ہے گویا دونوں گروہ اس بات کو برداشت نہیں کر سکتے کہ اہل ایمان کا حضور جان ایمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ والہانہ تعلق ہو۔ واقعی تحریک پاکستان کے دوران دیوبندیوں نے جو ہندوؤں کا ساتھ دیا تھا اور قائداعظم علیہ الرحمہ کے دو قومی نظریئے کے برعکس ایک قومی نظریہ قبول کر کے قولاً و عملاً اعلان کیا تھا کہ ہندو مسلم ایک ہی قوم ہیں، اس سے مراد اسی قسم کے مسلمان تھے۔ ہاں ہاں ہندو اور دیوبندی ایک ہی قوم ہوں گے۔ کیونکہ عید میلاد النبی ﷺ جیسے مسلمانوں کے مذہبی تہوار کے متعلق دونوں کا ردعمل بالکل ایک سا ہے۔

ہمارا مسئلہ: واللہ اس قسم کے خیالات کا اظہار کر کے ہمیں خود دکھ ہوتا ہے۔ ہم قوم میں انتشار کی فضا پیدا نہیں کرنا چاہتے مگر جب صورت حال اتنی پر ہول ہو تو محض اس لئے اسے قوم کے بہی خواہوں کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ اس کا حل نکالیں۔

فرمایئے اگر بعض لوگوں کی طرف سے مسلمانوں کے دلوں میں حضور پر نور ﷺ کے خلاف بغض و کدورت کی اشاعت یونہی ہوتی رہے اور اسلام کے لبادے میں چھپے ہوئے کچھ لوگ برسر اقتدار آ کر وہی کچھ کریں جو ان کے منافقانہ جذبات کا اصل تقاضا ہے تو فرمایئے امت کا کیا بنے گا اور ملت کدھر جائے گی۔ ابھی گذشتہ دنوں کی بات ہے کہ کراچی شہر میں ایک موذن کے خلاف اس لئے ایف۔ آئی۔ آر کاٹی گئی کہ اس نے اذان کے ساتھ درود و سلام بھی پڑھ لیا تھا۔ خدا کا شکر ہے چند روز بعد کراچی میں علماء مشائخ کانفرنس تھی جس میں موجودہ وزیراعظم شوکت عزیز بھی مدعو تھے۔ قائد اہل سنت مولانا شاہ تراب الحق مدظلہ العالی نے اپنی تقریر میں اس واقع کا ذکر کیا اور وزیراعظم سے مطالبہ کیا کہ اگر حکومت کی یہی پالیسی ہے تو ہم اپنے آقا و مولا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سینکڑوں غلام یہاں صلوٰۃ و سلام کا (معاذ اللہ) ارتکاب کرتے ہیں، آپ گاڑیاں اور ٹرک وغیرہ منگوا کر ہم سب کو گرفتا

رک کے بند کردیجئے۔ ورنہ اپنی پالیسی کا دوٹوک اعلان کریں۔ وزیر اعظم شوکت عزیز نے اپنی تقریر میں اعلان کیا کہ حکومت کی طرف سے صلوٰۃ وسلام پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں۔ اور پھر تقریر ختم کرنے کے بعد فرمایا اب میں دو نعرے لگاتا ہوں ان کا جواب دیجئے چنانچہ انھوں نے نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت خود لگوا کر حاضرین سے اللہ اکبر اور یا رسول اللہ کہلوایا۔

یہ ایک واقعہ تھا جو ہو چکا۔ میں اہل فکر ودانش سے پوچھتا ہوں اگر فضل الرحمٰن یا قاضی جیسے لوگوں کی حکومت ہوتی اور یہ قوم پر پوری طرح مسلط ہوتے تو صورت حال کیا ہوتی۔ اس وقت سرحد میں مولانا فضل الرحمٰن گروپ کی حکومت ہے۔ وہاں سے جو خبریں آرہی ہیں، از حد پریشان کن ہیں۔

نجدی ودیوبندی حضرات اہل سنت کے بارے میں کیا سوچ رکھتے ہیں۔ اس سلسلے میں مختصر دو واقعات پر غور کیجئے جو گذشتہ دنوں ایک ہی شخصیت کے ساتھ پیش آئے۔ ڈاکٹر غلام یٰسین صاحب لاہور کی ایک نواحی بستی میں مقیم ہیں۔ ان کے قریب ایک تبلیغی دستہ براجمان تھا جس میں سے ایک پڑھا لکھا 'دربدر' دعوت تبلیغ دے رہا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے اس سے پوچھا تا 'الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھنا کیسا ہے تو بولا شرک ہے۔ چند دنوں بعد یہ ڈاکٹر صاحب ایک بس میں سوار اسی علاقے میں سفر کر رہے تھے رش بہت تھا تاہم تبلیغی جماعت کا ایک فرد تبلیغ فرما رہا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے ان کے لیڈر سے یہی سوال کیا۔ تو برا فروختہ ہو کر بولا 'تم نے یہ سوال کیوں کیا ہے'۔ پھر یہ صالحین آستین چڑھانے لگے کہ ایک نوجوان بلند آواز بول اٹھا بتاؤ 'یا رسول اللہ کہنا جائز ہے یا نہیں۔ تبلیغی جماعت خاموش ہوگئی اور تبلیغ رک گئی۔

فرمائیے، ایک گروپ آپ کو آپ کے سامنے مصلحاً مشرک نہیں کہتا مگر دل سے مشرک ہی سمجھتا ہے تو کیا ہمیں اس بات پر کوئی نوٹس نہیں لینا چاہیے اور کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اگر یہی برسر اقتدار آجائے تو کیا خیر گزرے گی۔ بستی دریا خاں اور سرینگر کا موجودہ واقعہ، رائے ونڈ میں یا رسول اللہ کہنے والے نوجوانوں کو شہید کرنے کا واقعہ، پنجاب یونیورسٹی میں اسلامی جمعیت طلبہ کا طرز حکومت ان سب کو سامنے رکھ کر جواب دینے کی کوشش کریں

ہمارا موقف: انیس اور یا رور کھیں ہم اہل سنت کسی کو اس بنا پر کافر نہیں کہتے کہ وہ حضور ﷺ کو حاضر وناظر نہیں مانتا مگر مخالفین ہمیں اس لئے مشرک ٹھہراتے ہیں کہ ہم اپنے رسول ﷺ کو خدا کے فضل سے حاظر وناظر کہتے ہیں۔ ہم کسی کو ندائے غائبانہ، علم غیب، ایصال ثواب تقلید وغیرہ کے انکار کی بنا پر کافر نہیں کہتے مگر دشمنان اہل سنت انھیں عقائد واعمال میں سے ایک ایک کی بنا پر ہمیں مشرک کہتے ہیں۔ الحمد للہ مسلمان حضور پر نور ﷺ کی رحمت کے آئینہ دار ہیں اور بیجا تعصب سے پاک ہیں مگر ہمارے دشمن ہم تو ہم ہمارے رسول اکرم ﷺ سے بھی بغض وتعصب کا مظاہرہ کرتے ہیں اور ان کے فضائل وکمالات کے ذکر کو بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ ہم اگر کسی کو کافر کہتے ہیں تو ضروریات دین میں سے کسی کے انکار پر، اور یہ ہمیں مشرک کہتے ہیں ان عقائد واعمال کی بنا پر جو صدر اسلام سے متوارث ہیں اور صدیوں پہلے سے ملت کے معمولات میں شامل ہیں۔ فرمائیے اتحاد کی کیا صورت ہو اور ملت کا استحکام کیونکر ہو۔

ایک اور واقعہ بھی پیش نظر رکھئے۔: چند سال پہلے کی بات ہے میں نے مسجد نور شکر گڑھ میں جمعے کے وعظ کے دوران حاضرین سے پوچھا فرمائیے اگر میں مجدد دین وملت اعلیٰحضرت بریلوی قدس سرہ کی تعریف کروں تو کس کو تکلیف ہوگی، بولے دیوبندی حضرات کو' پھر پوچھا اگر امام الائمہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تعریف کروں تو کسے تکلیف ہوگی، بولے غیر مقلدین کو، پوچھا 'اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کروں تو پھر کسے؟ بولے 'رافضیوں کو' پوچھا 'اگر اہل بیت اطہار رضوان اللہ عنہم کی مدح سرائی کروں تو پھر کسے' بولے خارجیوں کو' آخر میں پوچھا 'اگر اپنے نبی اعظم ورسول مکرم ﷺ کی مدح وثنا کروں تو سب نے کہا 'کافروں کو' آپ ہی فرمائیے اس جواب سے آپ کو اتفاق ہے یا نہیں۔

ہمارے لئے دوہرا رونا ہے 'ایک طرف حکومت اسلام کو ذبح کرنے کے درپے ہے اور بے حیائی وفحاشی کو وسیع پیمانے پر فروغ دیا جارہا ہے اور دوسری طرف اسلام کے یہ نمائندے ہیں جن کا شجرہ بغض وتعصب اسلام دشمنوں سے جاملتا ہے۔ ہم اپنے اللہ سے اس کے حبیب مکرم ﷺ کے وسیلے سے دعا مانگتے ہیں کہ اہل اسلام کو غلبہ عطا فرمائے اور امت مرحومہ کو اس کے داخلی وخارجی' ظاہری وباطنی دشمنوں سے محفوظ رکھے۔ آمین بجاہ سیدی حضور نقش لاثانی قدس سرہ آمین۔

......☆☆☆......

فضائل شعبان وشبِ برات

(احادیث کی روشنی میں)

علامہ حافظ محمد نصر اللہ آسوی صاحب (مدینہ شریف)

......﴿رسول اللہ ﷺ کا مہینہ﴾......

حدیث(۱) عن عائشة رضي الله عنها قالت: قالَ رسُولُ اللهِ ﷺ: شَعْبَانُ شَهْرِيْ وَرَمَضَانُ شَهْرُ اللهِ. حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے۔ (جامع صغیر حدیث: ۴۸۸۹)

رسول اللہ ﷺ نے اس مہینہ کو اپنی طرف منسوب کیا کیونکہ اسی مہینہ میں قبلہ تبدیل ہوا اور درود شریف پڑھنے والی آیت نازل ہوئی

﴿اِنَّ اللهَ وملائكتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰاَيُّهَا الذين آمنوا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْماً﴾

حدیث(۲) عن انس رضي الله عنه قال: كان رسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ رَجَبُ قَالَ: ((اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي رَجَبٍ وشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ)) قال و كان يقولُ: لَيْلَةُ الْجُمُعَةِ لَيْلَةٌ اَغَرُّ، ويومُ الجمعةِ يومٌ اَزْهَرُ. حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رجب کا مہینہ آتا رسول اللہ ﷺ یہ دعا کرتے، الٰہی ہمیں رجب اور شعبان میں برکت دے اور ہمیں رمضان تک پہنچا اور فرمایا کہ حضور ﷺ فرماتے تھے جمعہ کی رات روشن رات ہے اور جمعہ کا دن چمکدار دن ہے۔ (مشکوۃ حدیث: ۱۳۶۹ کتاب الصلاۃ، باب الجمعہ)

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ رجب تخم بونے کا مہینہ ہے شعبان پانی دینے کا اور رمضان فصل کاٹنے کا کہ رجب میں نوافل میں خوب کوشش کرو شعبان میں اپنے گناہوں پر رو و اور رمضان میں رب تعالیٰ کو راضی کر کے اس کھیت کو خیریت سے کاٹو۔

......﴿ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں﴾......

حدیث(۳) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسُولُ اللهِ ﷺ: يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الآخِرِ يَقُوْلُ: مَنْ يَدْعُوْنِي فَأَسْتَجِيْبَ لَهُ مَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَلَهُ. وفي رواية لمسلم: ثُمَّ يَبْسُطُ يَدَيْهِ وَيَقُوْلُ: مَنْ يُقْرِضُ غَيْرَ عَدُوْمٍ ولا ظَلُوْمٍ حَتّٰى يَنْفَجِرَ الْفَجْرُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات کے آخری تہائی حصہ میں آسمان دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور فرماتا ہے: کہ کوئی ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا قبول کروں، کوئی ہے جو مجھ سے سوال کرے اور میں اس کو عطا کردوں، کوئی ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے اور میں اس کو بخش دوں اور مسلم میں ہے: پھر اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ پھیلا کر فرماتا ہے اس ذات کو کون قرض دیگا جو نہ کبھی فنا ہوگی اور نہ کبھی ظلم کرے گی۔ یہاں تک کہ فجر چمک جاتی ہے۔ (بخاری حدیث ۴۵، مسلم حدیث ۷۵۸، مشکوۃ حدیث ۱۲۲۳، کتاب الصلاۃ باب قیام اللیل)

باقی راتوں میں رات کے آخری تیسرے حصہ میں یہ کرم نوازی ہوتی ہے لیکن شب برات میں غروب آفتاب ہی سے رحمتوں کا نزول شروع ہو جاتا ہے۔

باب رحمت کھلا آج کی رات ہے

حدیث(۴) عن علی رضی اللہ عنہ قال: قال رسُولُ اللهِ ﷺ: إذَا كَانَتْ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَقُومُوا لَيْلَهَا وَصُومُوا نَهَارَهَا فَإِنَّ اللهَ يَنْزِلُ فِيْهَا لِغُرُوْبِ الشَّمْسِ إلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَقُوْلُ : ألا مِنْ مُسْتَغْفِرٍ لِي فَاغْفِرَ لَهُ ألا مُسْتَرْزِقٌ فَارْزُقَهُ ألا مُبْتَلًى فَأُعَافِيَهُ ألا كَذَا ألا كَذَا حَتَّى يَطْلُعَ الْفَجْرُ. حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب شعبان کی پندرھویں رات ہو تو رات میں قیام کرو اور دن میں روزہ رکھو کیونکہ اس رات میں اللہ تعالیٰ سورج ڈوبتے ہی آسمان دنیا کی طرف نزول رحمت فرماتا ہے اور کہتا ہے کیا کوئی معافی مانگنے والا ہے کہ میں اُسے بخش دوں، کیا کوئی روزی مانگنے والا ہے کہ میں اُسے روزی دے دوں، کیا کوئی بیمار ہے کہ میں اُسے آرام دوں، کیا کوئی ایسا ہے، کیا کوئی ایسا ہے، طلوع فجر تک۔ (ابن ماجہ حدیث ۱۳۸۸ کتاب اقامۃ الصلاۃ باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان، مشکوۃ حدیث: ۱۳۰۸ کتاب الصلاۃ باب قیام شہر رمضان)

بہتر یہ ہے کہ ساری رات ہی جاگ کر عبادت کرے اور اگر نہ ہو سکے تو اوّل رات سوئے آخر رات میں تہجد پڑھے اور زیارت قبور اور تین دن روزے رکھے تیرھویں، چودھویں، پندرھویں کہ ایک نفلی روزہ رکھنا بہتر نہیں۔ (مرآۃ شرح مشکوۃ ج ۲ ص ۲۹۵)

شیخ عبدالحق محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ ہر شب اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور اُس کا یہ نزول رات کے اخیری تیسرے حصہ میں ہوتا ہے لیکن شعبان کی پندرھویں رات اللہ تعالیٰ کا نزول رات کے اخیری تیسرے حصہ میں منحصر نہیں بلکہ غروب آفتاب کے ساتھ ہی یہ کرم نوازی شروع ہو جاتی ہے اور صبح تک رہتی ہے اور اسی وجہ سے پندرھویں شعبان کی فضیلت و برتری ہے۔ (ماثبت بالسنہ ص ۱۹۴)

مبارک ہیں وہ لوگ جو اس رات عبادت کریں اور بدنصیب وہ ہیں جو یہ رات آتشبازیوں اور سینماؤں میں گذاریں۔

شعبان کی پندرھویں رات کی فضیلت میں بہت سی احادیث وارد ہیں جن کا مجموعہ حدیث حسن سے کم نہیں ہے اور سلف صالحین سے بھی منقول ہے کہ وہ ان راتوں کو عبادت کیا کرتے تھے اور امام ترمذی کا یہ قول ترمذی شریف میں جگہ جگہ منقول ہے کہ ضعیف الاسناد حدیث بھی اہل علم کے عمل سے قوی ہو جاتی ہے۔

اگر تمام احادیث ضعیف الاسناد بھی ہوں تو کوئی حرج نہیں اس لئے کہ تعدد طرق سے حدیث حسن لغیرہ بن جاتی ہے جیسا کہ آپ محدثین کرام کے اقوال پڑھیں گے، شعبان کی پندرھویں رات کی فضیلت والی حدیث بہت سے طرق سے مروی ہے مثلاً حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابو ہریرہ حضرت ابو ثعلبہ، حضرت عوف بن مالک، حضرت ابو بکر الصدیق، حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت عائشہ صدیقہ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے مروی ہے، لہذا یہ حسن لغیرہ بن گئی ہے اس کو اب ضعیف یا موضوع کہنا جہالت اور سینہ زوری ہے۔

کافر یا کینہ ور کے سوا سب کی بخشش کا اعلان

حدیث(۵) عن أبي موسى الاشعری رضی اللہ عنہ قال: قال رسُولُ اللهِ ﷺ: إِنَّ اللهَ تعالى لَيَطَّلِعُ فِى لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِجَمِيْعِ لِخَلْقِهِ إِلَّا لِمُشْرِكٍ أَوْ مُشَاحِنٍ - وفی روایة أحمد- إلَّا لاثْنَيْنِ مُشَاحِنٍ وَقَاتِلِ نَفْسٍ: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ پندرھویں شعبان کی رات میں توجہ کرم فرماتا ہے تو کافر یا کینہ والے کے سوا اپنی سب مخلوق کو بخش دیتا ہے۔ اور مسند احمد کی روایت ہے۔ کینہ ور اور قاتل نفس کے سوا سب کو بخش دیتا ہے۔ (ابن ماجہ حدیث ۱۳۹۰ باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان، مشکوۃ حدیث: ۱۳۰۶ کتاب الصلاۃ باب قیام شہر رمضان۔ احمد حدیث ۶۶۰۴)

کینہ سے مراد دنیوی کینے اور عداوتیں ہیں اور قتل سے مراد ظلماً قتل ہے ورنہ کفار سے کینہ رکھنا اور جہاد میں کفار کا قتل، ڈاکو، زانی اور قاتل نفس کا قتل عبادت ہے۔ بعض جگہ شب برات کے دن ایک دوسرے کو حلوے وغیرہ کے تحفے دیئے جاتے ہیں، اپنے قصوروں کی آپس میں معافی مانگ لیتے ہیں ان سب کی اصل یہ حدیث ہے کہ عداوت و کینہ والا اس رات کو رحمتوں سے محروم ہے اور یہ تحفہ کینے دفعہ کرنے کا ذریعہ ہے نیز یہ رات عبادتوں کی ہے اور خیرات ہدایا وغیرہ بھی عبادات ہیں ان خیراتوں کو روکنا اور شرک و بدعت کہنا بڑی جہالت ہے۔ (مرآۃ شرح مشکوٰۃ: ۲/۲۹۵)

شارح مسلم علامہ نووی لکھتے ہیں:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ شعبان کی پندرھویں رات کو دعا مستحب سمجھتے ہیں اسی طرح امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب امام اسحاق بن راہویہ جیسا کہ حافظ ابن رجب نے اُن سے نقل کیا ہے۔ (المجموع)

شعبان کی پندرھویں رات کی عبادت سے روکنے والوں نے امام نووی کی ایک عبارت سے دھوکہ دینے کی کوشش کی کہ شعبان کی پندرھویں رات جو نماز سو رکعت پڑھی جاتی ہے یہ بدعت ہے۔

ہم بھی یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ واقعی اس رات نماز کی معین رکعات والی احادیث موضوع ہیں جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ,,ماثبت بالسنہ،، ص (۲۰۵) میں اور علامہ مالکی نے ,,ماذا فی شعبان ،، ص (۱۰۹) بیان کیا ہے لیکن ہمارا استدلال ان احادیث سے نہیں ہے ہمارا استدلال اُن احادیث سے ہے جن کی مخالفین نے بھی تائید کی ہے۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ حدیث شریف میں رکعات کی کوئی تعداد متعین نہیں ہے لہذا جتنی عبادت بھی چاہیں کر سکتے ہیں رکعات کی کوئی تعداد مقرر نہیں جیسا کہ آگے احادیث بیان ہونگی کہ رسول اللہ ﷺ نے ساری رات عبادت میں گذاری۔

علامہ سید علوی مالکی صاحب لکھتے ہیں: شعبان کی پندرھویں رات کو رسول اللہ سے کوئی خاص معین دعا اور معین نماز ثابت نہیں مطلقاً اس رات کو قیام اور شب بیداری کی ترغیب حدیث میں وارد ہے اس لئے جس نے اس رات تلاوت کی، دعا مانگی، نماز پڑھی، صدقہ کیا یا جو عبادت بھی میسر ہوئی تو اس نے شب بیداری اور اس رات کی فضیلت کا ثواب حاصل کر لیا انشاء اللہ۔ (ماذا فی شعبان ص ۹۵)

اس رات میں سال میں پیدا ہونے والا بچہ کا نام لکھ دیا جاتا ہے

حدیث (۶) عن عائشة رضی الله عنها عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((هَلْ تَدْرِيْنَ مَا فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ)) - يعني لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ - قالت: وما فيها يارسولَ اللهِ؟ فقالَ: ((فِيهَا اَنْ يُكْتَبَ كُلُّ مَوْلُوْدٍ مِنْ بَنِي آدَمَ فِي هَذِهِ السَّنَةِ، و فِيهَا اَنْ يُكْتَبَ كُلُّ هَالِكٍ مِنْ بَنِي آدَمَ فِي هَذِهِ السَّنَةِ، وفيها تُرْفَعُ اَعْمَالُهُمْ وفِيهَا تَنْزِلُ اَرْزَاقُهُمْ)). حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ صبح تک رسول اللہ ﷺ عبادت میں مصروف رہے، کبھی آپ کھڑے ہو جاتے اور کبھی بیٹھ کر عبادت فرماتے یہاں تک کہ آپکے پائے مبارک متورم ہو گئے، میں آپ کے پاؤں کو دباتے ہوئے کہنے لگی، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے ذنب (الزام) کی مغفرت نہیں فرمادی ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ ایسا (کرم) نہیں کیا اور آپ پر (لطف و کرم) نہیں کیا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ کیا میں خدا تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ تمہیں معلوم ہے کہ اس رات یعنی پندرھویں شعبان میں کیا ہے؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ اس میں کیا ہے؟ فرمایا: اس رات میں سال بھر پیدا ہونے والے ہر بچے کا نام لکھا جاتا ہے اور اسی کے ساتھ ہر مرنے والے کا نام بھی لکھا جاتا ہے، اسی رات اُن کے اعمال اُٹھائے جاتے ہیں، اسی رات مخلوق کا رزق بھی تقسیم ہوتا ہے۔ (مشکوۃ حدیث: ۱۳۰۵ کتاب الصلاۃ باب قیام شہر رمضان، بیہقی فی الدعوات الکبیر۔ غنیۃ الطالبین ص ۳۷۶)

فرشتے لوحِ محفوظ سے سال بھر کے ہونے والے واقعات اس رات صحیفوں میں نقل کر دیتے ہیں اور ہر صحیفہ اُن فرشتوں کے حوالے کرتے ہیں جن کے ذمہ یہ کام ہے۔ چنانچہ مرنے والوں کی فہرست ملک الموت کو اور پیدا کرنے والوں کی فہرست بچہ بنانے والے فرشتوں کو، رزقوں کی فہرست حضرت میکائیل کو دے دی جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان فرشتوں کو سال میں پیدا ہونے والے، مرنے والے لوگوں کا اور گرنے والے بارش کے قطرات اور ملنے والی روزیوں کا پورا علم ہوتا ہے۔ یہ علوم خمسہ ہیں جو ان فرشتوں کو دیئے گئے تو ہمارے حضور ﷺ کے علم کا کیا پوچھنا۔ اس حدیث میں وہ لوگ غور کریں جو حضور ﷺ کے علم کے انکاری ہیں۔ لوحِ محفوظ کے فرشتوں کو ذرہ ذرہ کی خبر ہے۔ (مراۃ شرح مشکوۃ ج ۲ ص ۲۹۳)

﴿شعبان کی پندرھویں رات عبادت میں گذارنا سنت رسول اللہ ﷺ ہے﴾

حدیث (۷) عن عائشة رضی الله عنها قالَتْ: فَقَدْتُ النَّبِيَّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَخَرَجْتُ أَطْلُبُهُ . فَإِذَا هُوَ بِالْبَقِيعِ رَافِعٌ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ . وفی رواية - رَافِعٌ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ يَدْعُوْ - فقال ((يا عائشةُ! أَكُنْتِ تَخَافِيْنَ أَنْ يَحِيْفَ اللهُ عَلَيْكِ وَرَسُوْلُهُ ؟)) قالت، قد قُلْتُ: ومابی ذلك . ولكني ظننتُ أنك أتيت بعض نسائك . فقال ((إِنَّ الله تعالى يَنْزِلُ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ إِلَى السماءِ الدُّنْيَا فَيَغْفِرُ لأَكْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعَرِ غَنَمِ كَلْبٍ)) ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے ایک رات نبی کریم ﷺ کو گم پایا اور میں آپ کو تلاش کرنے کے لئے نکلی دیکھا کہ آپ جنت البقیع میں تھے اور آسمان کی طرف سر بلند کیا ہوا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ہاتھوں کو بلند کر کے دعا کر رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ اے عائشہ کیا تم اس سے خوف کرتی تھیں کہ تم پر اللہ و رسول ظلم کرینگے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسی تو بات نہ تھی لیکن مجھے خیال ہوا کہ آپ اپنی کسی اور زوجہ کے پاس تشریف لے گئے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ پندرھویں شعبان کی رات آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے تو قبیلہ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ لوگوں کو بخش دیتا ہے۔ (ابن ماجہ حدیث ۱۳۸۹ کتاب اقامۃ الصلاۃ باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان، مشکوۃ حدیث: ۱۲۹۹ کتاب الصلاۃ باب قیام شہر رمضان، ترمذی حدیث ۷۳۹ کتاب الصوم باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان۔ مسند اسحاق بن راہویہ ۲/۳۲۷)

یعنی اس رات رب کی رحمت خاص دنیا کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور قبیلہ کلب جن کے پاس بہت بکریاں ہیں ان بکریوں کے جسم پر جس قدر بال ہیں اتنے گناہگاروں کی مغفرت ہوتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ شب برات میں عبادت کرنا، قبرستان جانا سنت ہے۔ (مرآۃ شرح مشکوۃ ج ۲ ص ۲۹۰)

حدیث (۸) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی بہت طویل سجدہ کیا یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ آپ کی روح مبارک قبض ہو گئی ہے جب میں نے یہ دیکھا تو میں کھڑی ہوئی حتیٰ کہ میں نے آپ کے انگوٹھا مبارک کو ہلا کر دیکھا تو اُس میں حرکت تھی تو میں واپس لوٹ گئی میں نے سنا کہ آپ سجدہ میں یہ دعا کر رہے تھے: اے اللہ میں پناہ لیتا ہوں تیرے عفو کی، تیرے عذاب سے میں پناہ لیتا ہوں تیری رضا کی تیری ناراضگی سے میں تجھ سے ڈر کر تیری ہی پناہ میں آتا ہوں میں کما حقہ تری حمد و ثنا کی طاقت نہیں رکھتا تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تو نے خود اپنی تعریف بیان کی ہے۔ پھر جب سجدہ سے سر اُٹھایا اور نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا اے عائشہ! اے حمیرا! کیا تو نے گمان کیا کہ نبی ﷺ تیری حق تلفی کریں گے میں نے عرض کی نہیں یا رسول اللہ لیکن مجھے آپ کے طویل سجدہ فرمانے سے یہ گمان گذرا کہ آپ کی روح مبارک پرواز کر گئی ہے۔ فرمایا: تو جانتی ہے کہ یہ کون سی رات ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ و رسولہ اعلم فرمایا یہ شعبان کی پندرھویں رات ہے بیشک اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرھویں رات کو اپنے بندوں پر خاص نظر کرم فرماتا ہے اور بخشش مانگنے والوں کو بخش دیتا ہے اور رحمت مانگنے والوں پر رحم فرماتا ہے اور بغض و کینہ والوں کی اسی طرح رہنے دیتا ہے۔ (بیہقی ترغیب و ترہیب حدیث ۱۵۴۹ ج ۲ ص ۷۴ اور فرمایا ھذا مرسل جید یہ حدیث مرسل جید ہے)

حدیث (۹) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے۔۔۔۔ پھر

کھڑے ہوگئے اور۔۔۔۔۔۔ مجھے سخت رشک آیا میں نے گمان کیا کہ آپ میری سوتن یعنی کسی دوسری زوجہ کے پاس تشریف لے جائیں گے آپ کی روانگی کے بعد میں بھی آپ کے پیچھے نکلی تو میں نے آپ ﷺ کو بقیع الغرقد میں پایا۔ آپ مومن مردوں، مومن عورتوں اور شہداء کی بخشش کی دعا کر رہے تھے تو میں نے (اپنے دل میں) کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ اپنے رب کی یاد میں ہیں اور میں دنیا کے خیال میں ہوں پھر میں واپس لوٹی میں اپنے کمرے میں داخل ہوئی میری سانس بلند تھی اور رسول اللہ ﷺ بھی واپس تشریف لے آئے اور فرمایا: اے عائشہ کیا بات ہے تمہاری سانس کیوں پھول رہی ہے میں نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ تشریف لائے۔۔۔۔۔۔ پھر کھڑے ہوگئے اور۔۔۔۔۔ مجھے سخت رشک آیا میں نے گمان کیا کہ آپ میری سوتن یعنی کسی دوسری زوجہ کے پاس تشریف لے جائیں گے یہاں تک کہ میں نے آپ ﷺ کو بقیع الغرقد میں پایا آپ دعا کر رہے تھے آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ کیا تم اس سے خوف کرتی تھیں کہ تم پر اللہ و رسول ظلم کریں گے میرے پاس جبریل امین آئے اور کہا یہ شعبان کی پندرھویں رات ہے اس رات اللہ تعالیٰ قبیلہ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر لوگوں کو جہنم سے آزاد کر دیتا ہے لیکن اس رات کافر، کینہ ور، ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والوں، والدین کے نافرمان اور عادی شراب خور کی طرف نظر کرم نہیں فرماتا۔ پھر فرمایا اے عائشہ کیا مجھے اس رات قیام کرنے کی اجازت دیتی ہو میں نے کہا ہاں میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں پھر آپ نے نماز پڑھی لمبا سجدہ کیا یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا آپ ﷺ کی روح مبارک پرواز کر گئی ہے میں نے اٹھ کر آپ کو چھوا اور اپنا ہاتھ آپ کے قدموں کے تلووں پر رکھا تو ان میں حرکت تھی اس پر مجھے خوشی ہوئی میں نے سنا: آپ ﷺ سجدہ میں یہ دعا پڑھ رہے تھے: اے اللہ میں پناہ لیتا ہوں تیرے عفو کی تیرے عذاب سے، میں پناہ لیتا ہوں تیری رضا کی تیری ناراضگی سے میں تجھ سے ڈر کر تیری ہی ذات عظمت کی پناہ لیتا ہوں میں کما حقہ تری حمد وثنا کی طاقت نہیں رکھتا تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تو نے خود اپنی تعریف بیان کی ہے صبح کو میں نے عرض کیا کہ آپ سجدہ میں ایسے کلمات ادا فرما رہے تھے آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے انہیں یاد کر لیا ہے میں نے عرض کیا ہاں فرمایا خود بھی یاد کرلو اور دوسروں کو بھی سکھا دو کیونکہ جبریل علیہ السلام نے مجھے یہ کلمات سکھائے اور کہا انہیں سجدہ میں پڑھا کریں۔ (بیہقی فی شعب الایمان حدیث ۳۸۳۷ ج ۳ ص ۳۸۴ ترغیب وترہیب حدیث ۱۵۴۷ ج ۲ ص ۷۳، ماثبت بالسنہ از شیخ عبدالحق محدث دہلوی مترجم ص ۲۰۳-۲۰۵، ماذا فی شعبان عربی از شیخ علوی مالکی ص ۹۵-۹۸)

حدیث (۱۰) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے پانچ راتوں میں عبادت کی اس کے لئے جنت واجب ہوگئی لیلۃ الترویہ (ذوالحج کی آٹھ) اور عرفہ کی رات، قربانی کی رات اور عید الفطر اور شعبان کی پندرھویں رات۔ (ترغیب حدیث ۱۶۱۵)

حدیث (۱۱) حضرت ابوامامہ سے مرفوعاً روایت ہے: کہ پانچ راتوں میں دعا رد نہیں ہوتی پہلی رجب کی رات، ایک پندرھویں شعبان کی رات، جمعۃ المبارک کی رات، عید الفطر کی رات اور عید الاضحیٰ کی رات۔ (ابن عساکر)

حدیث (۱۲) حضرت کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ شعبان کی پندرھویں رات کو اللہ تعالیٰ جبریل امین کو جنت میں بھیج کر کہلواتا ہے کہ پوری جنت سجا دی جائے کیونکہ آج رات آسمانی ستاروں، دنیا کے شب وروز، درختوں کے پتوں، پہاڑوں کے وزن اور ریت کے ذروں کی تعداد کے برابر اپنے بندوں کو بخش دوں گا۔ (ماثبت بالسنہ از شیخ عبدالحق محدث دہلوی مترجم ص ۱۹۶، ماذا فی شعبان عربی از شیخ علوی مالکی ص ۸۳)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں اب جو شخص شعبان کی پندرھویں رات کو شب بیداری کرے تو یہ امر حدیث کے مطابق بالکل مستحب ہے اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جن احادیث سے کسی فعل کا جائز ہونا پایا جائے وہ فعل مستحب ہے۔ (ماثبت بالسنہ: ۲۰۳)

انعام خداوندی: حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک دن ایک پہاڑ کے پاس سے گذرے کہ وہاں ایک سفید پتھر دیکھا اس کی خوبصورتی اور دلکشی پر آپ بہت متعجب ہوئے۔ آپ کے اظہار تعجب پہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے روح اللہ کیا تم چاہتے ہو کہ اس پتھر سے زیادہ تعجب خیز ایک چیز تم پر ظاہر کر دوں؟ روح اللہ علیہ السلام نے عرض کیا: ہاں میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ حکم خداوندی سے وہ پتھر پھٹ گیا اور اس میں ایک بزرگ نکلا جس کے ہاتھ

میں ایک سرسبز شاخ تھی جس میں انگور لگے ہوئے تھے۔ اس نے کہا اے اللہ کے نبی یہ میرے ہر دن کی خوراک ہے اور میں یہاں عبادت خداوندی میں مصروف رہتا ہوں۔ آپ نے اس سے پوچھا تو کب سے اس پتھر میں عبادت کر رہا ہے؟ اس نے جواب دیا چار سو سال سے۔ یہ سن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تو بڑا خوش نصیب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے پیارے روح اللہ میرے محبوب ﷺ کی امت میں سے جو شخص شعبان کی پندرھویں رات میں دو رکعت نفل پڑھے گا۔ وہ اس شخص کی چار سو سالہ عبادت سے بھی زیادہ ثواب پائے گا۔ (نزہتہ المجالس)

﴿شعبان میں روزہ کی فضیلت﴾

حدیث (۱۳) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ روزے رکھتے تو ہم کہتے کہ اب چھوڑیں گے نہیں اور نہ رکھتے تو ہم کہتے اب روزے نہیں رکھیں گے۔ میں نے رمضان کے سوا رسول اللہ ﷺ کو کسی پورے مہینے کے روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا اور میں نے آپ کو شعبان سے زیادہ کسی مہینے کے روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ (بخاری ۱۹۶۹ مسلم ۱۱۵۶)

حدیث (۱۴) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ پورے شعبان کے روزے رکھتے تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو تمام مہینوں سے زیادہ پسندیدہ روزے شعبان کے ہیں۔ فرمایا ایک سال میں مرنے والوں کے نام اللہ تعالیٰ تحریر کر دیتا ہے اور میری دلی خواہش ہے کہ میری ظاہری مدت حیات اس حال میں لکھی جائے کہ میں روزہ دار ہوں۔ (ابو یعلی وترغیب: ۱۵۱۴)

حدیث (۱۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا رمضان کے بعد کونسے روزے افضل ہیں فرمایا: شعبان کے روزے رمضان کی تعظیم کے لئے، کہا گیا کونسا صدقہ افضل ہے فرمایا رمضان میں صدقہ کرنا۔ (ترمذی: ۶۶۳)

﴿سال بھر کے اعمال کی تفصیلی پیشی شعبان میں ہوتی ہے﴾

حدیث (۱۶) حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ کو شعبان سے زیادہ کسی مہینہ میں روزہ رکھتے نہیں دیکھا فرمایا لوگ ماہ رجب اور رمضان کے درمیانی مہینہ شعبان کی عظمت وفضیلت سے غافل ہیں۔ یہ ایسا مہینہ ہے جس میں اعمال رب العالمین کی طرف اُٹھائے جاتے ہیں اور مجھے یہ بات پسند ہے کہ میرے اعمال بارگاہ الٰہی میں پیش ہوں تو میں روزہ دار ہوں (نسائی وترغیب)

یہ رات جہنم سے براءت اور آگ سے بچنے کی رات ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آگ سے بچو اگرچہ آدھی کھجور صدقہ کر کے ہی سہی۔ (بخاری اور مسلم) لیکن کتنے افسوس کی بات ہے جو رات عبادت کے ذریعے آگ سے بچنے کی تھی اسے لوگوں نے آگ سے کھیلنے اور اسے خرید کر رب کی ناراضگی اور شیطان کو راضی کرنے کا ذریعہ بنالیا۔

قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمد کا تمہیں پاس نہیں

اسلئے نہ خود آگ کے پٹاخے خریدیں اور نہ بچوں کو خرید کر دیں کیونکہ اس میں ظاہری نقصان کے علاوہ فضول خرچی بھی ہے اور قرآن کی رو سے فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔

☆☆☆

رمضان المبارک کے فضائل و مسائل

حضرت علامہ ابو ابراہیم آسوی صاحب

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ (سورۃ البقرہ آیت ۱۸۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا ہے، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تا کہ تم متقی بن جاؤ۔

روزہ کا لغوی و شرعی معنی اور اس کی مشروعیت کی تاریخ: روزہ کا لغوی معنی ہے: کسی چیز سے رکنا اور اس کو ترک کرنا، اور اس کا شرعی معنی ہے: مکلف اور بالغ شخص کا ثواب کی نیت سے طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے، پینے اور جماع کو ترک کرنا اور اپنے نفس کو تقویٰ کے حصول کے لئے تیار کرنا۔

ہجرت کے ڈیڑھ سال اور تحویلِ قبلہ کے بعد دس شعبان کو روزہ فرض کیا گیا۔ در مختار۔ (۸۰/۲)

روزہ کا منشا ہے نفس کا زور توڑنا، دل میں صفائی پیدا کرنا، فقراء اور مساکین کی موافقت کرنا، مساکین پر اپنے دل کو نرم بنانا۔ مرقات میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام زمانہ قحط میں پیٹ بھر کر کھانا نہ کھاتے تھے تا کہ بھوکوں فاقہ مستوں کا حق نہ بھول جائیں۔

رمضان رمض سے بنا ہے جس کے معنی ہے گرمی یا گرم۔ چونکہ بھٹی گندے لوہے کو صاف کرتی ہے اور صاف لوہے کو پرزہ بنا کر قیمتی کر دیتی ہے اور سونے کو محبوب کے پہننے کے قابل بنا دیتی ہے۔ اسی طرح روزہ گنہگاروں کے گناہ معاف کراتا ہے، نیکوں کے درجے بڑھاتا ہے اور ابرار کا قربِ الٰہی زیادہ کرتا ہے اس لئے اسے رمضان کہتے ہیں۔

رمضان اور روزوں کے فضائل کے متعلق احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَامَ رمضانَ اِیمانًا وَّاحتِسابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

جس نے ایمان کی تکمیل اور حصول اجر کے لئے رمضان کے روزے رکھے اس کے گذشتہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

مَنْ قامَ رمضانَ اِیمانًا وَّاحتِسابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

جس نے ایمان کی تکمیل اور حصول اجر کے لئے رمضان کی راتوں کو قیام کیا اس کے گذشتہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں

مَنْ قامَ لیلةَ القدرِ اِیمانًا وَّاحتِسابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

جس نے ایمان کی تکمیل اور حصول اجر کے لئے لیلۃ القدر میں قیام کیا اس کے گذشتہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی نے رمضان کے روزے فرض کئے اور میں نے اس کے قیام کو سنت بنایا، جس نے اس کے روزے رکھے اور رات کو قیام کیا ایمان اور ثواب کی خاطر تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہوگیا جیسے آج ہی پیدا ہوا ہو۔ (ترغیب ۱۴۷۹)

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسُولُ الله صلی الله علیه وسلم :إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَغُلِقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِيْنُ -وفی روایة -فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وفی روایة -فُتِحَتْ اَبْوَابُ الرَّحْمَةِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رمضان کا مہینہ داخل ہوتا ہے تو آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوسری روایت میں ہے کہ رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری حدیث:۱۸۹۹، مسلم حدیث:۱۰۷۹، مشکوۃ حدیث ۱۹۵۶)

سوال: جب ابھی جنت میں کوئی جا ہی نہیں رہا تو اس کے دروازے کھلنے سے کیا فائدہ؟

جواب: جنت کے دروازے کھلنے سے وہاں کے حور وغلمان کو خبر ہوجاتی ہے کہ دنیا میں رمضان آگیا ہے اور وہ روزہ داروں کے لئے دعاؤں میں مشغول ہوجاتے ہیں۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ الفاظ مجازاً استعمال کئے گئے ہوں اور جنت کے دروازے کھولنے سے مراد یہ ہو کہ اللہ تعالی اس ماہ میں بکثرت لوگوں کے لئے جنت کا حکم جاری کرتا ہو یا اس ماہ میں لوگ بکثرت نیکیاں کرتے ہیں جو دخول جنت کا سبب ہے۔

سوال: جب دوزخ کے دروازے بند ہوگئے تو رمضان میں گرمی کہاں سے آتی ہے؟

جواب: دوزخ کے دروازے بند ہونے سے اس مہینہ میں گنہگاروں بلکہ کافروں کی قبروں پر بھی دوزخ کی گرمی نہیں پہنچتی۔ یا یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ حقیقتاً دوزخ کے دروازے بند نہیں ہوتے بلکہ مجازاً کہ اللہ تعالی اس ماہ میں لوگوں کے گناہ بکثرت معاف کرتا ہے یا اس ماہ میں لوگ برائیوں سے بہت زیادہ رکتے ہیں جو جہنم میں نہ جانے کا سبب ہے۔

سوال: جب شیطان بند ہوگیا تو اس مہینہ میں گناہ کیسے ہوتے ہیں؟

جواب: اس کے چار جواب ہیں۔ (۱) سرکش اور بڑے شیاطین قید کردیئے جاتے ہیں اور عام شیاطین آزاد ہوتے ہیں جن کی وجہ سے گناہ ہوتے ہیں۔ (۲) گمراہ کرنے والے دو شیطان ہیں خارجی اور داخلی۔ اس ماہ میں خارجی شیطان قید کردیئے جاتے ہیں اور داخلی شیطان جسے اردو میں ہمزاد کہتے ہیں آزاد ہوتے ہیں جن کی وجہ سے گناہ ہوتے ہیں۔ (۳) شیطان کے گیارہ ماہ مسلسل بہکانے اور وسوسہ ڈالنے سے لوگوں میں اس کے وسوسہ کا اثر اس قدر راسخ ہوجاتا ہے کہ اس کی ایک ماہ کی غیر حاضری سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور لوگ بدستور برائی کے کاموں میں مبتلا رہتے ہیں الا ما شاء اللہ جیسے بجلی کا پنکھا چل رہا ہو آپ اسے بند کردیں تو وہ کافی دیر تک بغیر بجلی کے چلتا رہتا ہے یا گاڑی چل رہی ہو آپ اس کا سوئچ آف کردیں اور بریک نہ لگائیں تو گاڑی کافی دور جاکر ٹھہرے گی۔ دیکھنے والا یہ سمجھے گا کہ پنکھا اور گاڑی چل رہے ہیں لیکن حقیقت میں وہ دونوں بند ہوتے ہیں یہی حال شیطان کا ہے کہ وہ خود قید ہے لیکن اس کی گیارہ ماہ کی صحبت اثر دکھا رہی ہے۔ (۴) ابلیس مع اپنی ذریت کے قید کردیا جاتا ہے اس مہینہ میں جو کوئی بھی گناہ کرتا ہے وہ اپنے نفس امارہ کی شرارت سے کرتا ہے نہ کہ شیطان کے بہکانے سے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو سرکش جنوں اور شیاطین کو قید کردیا جاتا ہے اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں پھر ان میں سے کوئی دروازہ کھولا نہیں جاتا اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا۔ اور منادی ندا کرتا ہے۔ اے بھلائی کے چاہنے والے آگے بڑھ اے برائی کے چاہنے

والے رک جا اور ہر رات جہنم سے لوگ آزاد کیے جاتے ہیں۔ (ترمذی ۶۸۲)

س رمضان کی ہر رات میں کتنے لوگ جہنم سے آزاد کیے جاتے ہیں۔؟

ج افطار کے وقت دس لاکھ وہ آزاد کیے جاتے ہیں جن پر جہنم واجب ہو چکا ہوتا ہے۔ اور رمضان کا آخری دن ہوتا ہے اتنے لوگ جہنم سے آزاد کیے جاتے ہیں جتنے پہلی رمضان سے آخر رمضان تک آزاد کیے گئے تھے۔ (بیہقی ترغیب ۱۴۶۹)

س وہ تین قسم کے لوگ کون ہیں، جن کی دعا رد نہیں ہوتی؟

ج روزہ دار حتی کہ افطار کرے، منصف بادشاہ اور مظلوم اللہ تعالیٰ ان کی دعا بادلوں کے اوپر سے اٹھالیتا ہے اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھولتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مجھے میرے عزت وجلال کی قسم میں تیری ضرور مدد کروں گا اگرچہ کچھ دیر ہو جائے (ترمذی: ۳۵۹۸)

س وہ تین آدمی کون ہیں، جن کے حلال کے کھانے کا روز قیامت حساب نہیں ہوگا؟

ج روزہ دار، سحری کھانے والا اور اللہ کے راستہ میں سرحد پر پہرہ دینے والا (بزار، طبرانی، ترغیب: ۱۵۸۲)

س ان تین اعمال کا نام بتایئے جو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں؟

ج روزہ افطار کرنے میں جلدی کرنا اور سحری دیر سے کھانا اور ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا۔ (طبرانی)

س رمضان میں ایک فرض عبادت ادا کرنے کا کیا ثواب ہے اور ایک نفل یا سنت ادا کرنے کا کیا ثواب ہے؟

ج رمضان میں ایک نفل یا سنت فرض کے برابر اور ایک فرض ستر فرضوں کے برابر ہے۔ (ابن خزیمہ، ترغیب: ۱۴۶۲)

س نبی پاک ﷺ نے رمضان المبارک میں چار عمل زیادہ کرنے کا حکم دیا ہے وہ کونسے ہیں؟

ج نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ان میں سے دو وہ ہیں جن سے تم اپنے رب کی رضا حاصل کر سکتے ہو کلمہ شہادت اور استغفار کی کثرت کرنا اور دو وہ ہیں جن کے بغیر تمہارا گزارہ نہیں۔ تم اللہ سے جنت کا سوال کرو اور جہنم سے اللہ کی پناہ مانگو۔ (ابن خزیمہ، ترغیب: ۱۴۶۲)

س روزہ افطار کرانے کی کیا فضیلت ہے؟

ج جس نے کسی کا روزہ افطار کرایا اس کے گناہوں کی مغفرت اور جہنم سے اس کی گردن آزاد کردی جائے گی۔ اس کو روزہ دار کی طرح ثواب ہوگا لیکن افطاری کرنے کے ثواب میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی اور جس نے روزہ دار کو پانی پلایا تو اس کو اللہ تعالیٰ نبی پاک ﷺ کے حوض سے ایسا شربت پلائے گا کہ دخولِ جنت تک اس کو پیاس محسوس نہیں ہوگی۔ (ابن خزیمہ، ترغیب: ۱۴۶۲)

س روزہ کی کتنی قسمیں ہیں؟

ج روزہ کی پانچ قسمیں ہیں۔ فرض، واجب، نفل، مکروہ تنزیہی اور مکروہ تحریمی۔ پھر فرض کی دو قسمیں ہیں فرض معین اور فرض غیر معین اور واجب کی بھی دو قسمیں ہیں: معین اور غیر معین۔

س فرض معین کونسا روزہ ہے؟

ج رمضان شریف کا روزہ اس کے وقت پر ادا کرنا فرض معین ہے۔

س واجب معین کونسا روزہ ہے؟

ج کسی خاص دن یا خاص تاریخ میں روزہ رکھنے کی منت ماننے سے اس خاص دن یا خاص تاریخ میں جو روزہ واجب ہوتا ہے اسے واجب معین کہتے ہیں جیسے کسی نے منت مانی کہ اگر میرا لڑکا تندرست ہوگیا تو میں جمعہ یا پہلی محرم کو روزہ رکھوں گا۔

س واجب غیر معین کونسا روزہ ہے؟

ج نذر مطلق کا روزہ واجب غیر معین ہے جیسے کسی نے منت مانی کہ اگر میرا لڑکا حافظ ہوگیا تو میں تین دن روزے رکھوں گا۔
س کونسے روزے نفل ہیں؟
ج نفل کی دو قسمیں ہیں نفل مسنون اور نفل مستحب۔ جیسے دسویں اور اس کے ساتھ نویں محرم کا روزہ۔ ہر مہینے کی تیرہ، چودہ، پندرہ اور عرفہ کا روزہ پیر اور جمعرات کا روزہ، شوال میں عید الفطر کے بعد چھ روزے اور صوم داود علیہ السلام یعنی ایک دن روزہ اور ایک دن افطار۔
س کونسے روزے مکروہ تنزیہی ہیں؟
ج صوم دہر یعنی ہمیشہ روزہ رکھنا، صوم سکوت یعنی ایسا روزہ کہ جس میں کچھ بات نہ کرے اور صوم وصال یعنی روزہ رکھ کر افطار نہ کرے اور دوسرے دن پھر روزہ رکھے۔ یہ روزے مکروہ تنزیہی ہیں۔
س کونسے روزے مکروہ تحریمی ہیں؟
ج یکم شوال اور ۱۰،۱۱،۱۲،۱۳ ذی الحجہ کے روزے مکروہ تحریمی ہیں۔

ہر مہینے کے تین روزے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے خلیل ﷺ نے مجھے تین چیزوں کی وصیت کی:
ہر ماہ کے تین روزے رکھنے کی، دو رکعت نماز چاشت کی، اور سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے چاشت کی نماز ادا کی اور تین دن کے روزے رکھے اور سفر حضر میں وتر کی نماز نہ چھوڑی تو اسے شہید کا ثواب ملتا ہے۔ (طبرانی شریف، ترغیب: ۸۶۲)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو اللہ کی راہ میں ایک دن کا روزہ رکھے تو اللہ اُسے جہنم سے ستر سال کی مسافت دور رکھے گا۔ ((بخاری حدیث (۲۸۴۰)، مسلم حدیث (۱۱۵۳) مشکوۃ حدیث (۲۰۵۳)، کتاب الصیام باب صیام التطوع))

شوال کے روزے: حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو وہ ایسے ہے جیسے اس نے سارا زمانہ روزے رکھے اور روایت میں ہے کہ وہ گناہوں سے اس طرح نکل جاتا ہے جیسے آج ہی پیدا ہوا ہو۔ (مسلم: ۱۱۶۴، طبرانی)

سوال:- رمضان شریف کے روزے کن لوگوں پر فرض ہیں؟
جواب:- رمضان شریف کے روزے ہر مسلمان، عاقل بالغ مرد اور عورت پر فرض ہیں۔ ان کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر اور بلا عذر چھوڑنے والا سخت گنہگار اور فاسق مردود الشہادۃ ہے۔
سوال:- کن صورتوں میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے؟
جواب جن صورتوں میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ ان میں سے بعض یہ ہیں (۱) سفر یعنی تین دن کی راہ کے ارادہ سے باہر نکلنا۔ مگر سفر میں مشقت نہ ہو تو روزہ رکھنا بہتر ہے (۲-۳) حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو اپنی جان یا بچہ کا صحیح اندیشہ ہو تو اس حالت میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے (۴) مریض کو مرض بڑھ جانے یا دیر میں اچھا ہونے یا تندرست کو بیمار ہو جانے کا غالب گمان ہو تو اس دن روزہ نہ رکھنا جائز ہے (۵) شیخ فانی یعنی وہ بوڑھا کہ اب روزہ رکھ سکتا ہے اور نہ آئندہ اس میں اتنی طاقت آنے کی امید ہے کہ رکھ سکے گا تو اسے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ اور حیض ونفاس کی حالت میں روزہ رکھنا جائز نہیں۔ (بہار شریعت)
س کیا مذکورہ بالا لوگوں کو بعد میں قضا کرنا فرض ہے؟

ج ہاں عذر ختم ہونے کے بعد سب لوگوں کو روزہ کی قضا کرنا فرض ہے اور شیخ فانی اگر جاڑوں میں قضا رکھ سکتا ہے تو رکھے ورنہ ہر روزہ کے بدلے میں دونوں وقت مسکین کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے یا ہر روزہ کے بدلہ میں صدقہ فطر کی مقدار مسکین کو دیدے۔(درمختار۔بہار شریعت) ایک روزہ کے لئے نصف صاع گندم یا اس کی قیمت فدیہ دے، روزہ کے فدیہ میں فقراء کا تعدد شرط نہیں ہے اور ایک فقیر کو متعدد ایام کا فدیہ دے سکتا ہے اور مہینہ کی ابتداء میں بھی دے سکتا ہے۔(درمختار علی ہامش ردالمختار ج ۲ص ۱۱۹)

شوگر، بلڈ پریشر، دمہ اور جوڑوں کا درد یہ چار بیماریاں ایسی ہیں جن کا کوئی علاج نہیں ہے، ان کو دواؤں سے کنٹرول تو کیا جاسکتا ہے لیکن یہ بیماریاں زائل نہیں ہوسکتیں۔ ان میں جوڑوں کا درد روزے کے منافی نہیں ہے، اور عام حالت میں دمہ بھی روزے کے منافی نہیں ہے، لیکن جب شوگر زیادہ ہو تو زیادہ گولیاں لینی پڑتی ہیں جس سے وقفہ وقفہ سے شدید بھوک لگتی ہے۔ اسی طرح جب بلڈ پریشر زیادہ ہوتا ہے تو پانی پینا پڑتا ہے اس لئے جن لوگوں کو شوگر یا بلڈ پریشر کا عارضہ ہو اور ڈاکٹر انہیں روزہ رکھنے کی اجازت نہ دے تو وہ روزہ کی جگہ فدیہ دے دیں۔

س جو شخص رمضان میں اعلانیہ کھائے اس کے لئے کیا حکم ہے؟

ج جو شخص رمضان میں بلا عذر اعلانیہ قصداً کھائے بادشاہ اسلام کو حکم ہے کہ اسے قتل کرے (ردالمختار۔بہار شریعت)

س جن لوگوں کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے کیا وہ کسی چیز کو علانیہ کھاپی سکتے ہیں؟

ج انہیں بھی کسی چیز کو علانیہ کھانے پینے کی اجازت نہیں۔(درالمختار۔بہار شریعت)

س روزہ کی نیت کس وقت کرنی ضروری ہے؟

ج رمضان کے ادا روزے، نذر معین اور نفل روزے خواہ سنت ہوں یا مستحب، ان سب کے لئے نیت کا وقت غروب آفتاب سے زوال سے پہلے تک ہے۔ مگر رات میں نیت کر لینا مستحب ہے۔ اگر زوال کے وقت یا اس کے بعد نیت کی تو روزہ نہ ہوا۔ اور ان روزوں کے علاوہ باقی روزے مثلاً قضائے رمضان نذر غیر معین، نفل کی قضا، نذر معین کی قضا اور کفارہ وغیرہ کا روزہ ان سب میں عین صبح صادق کے وقت یا رات میں نیت کر لینا ضروری ہے۔

س رمضان کے روزہ کی نیت کس طرح کی جاتی ہے؟ (ج) نیت دل کے ارادہ کا نام ہے مگر زبان سے کہہ لینا مستحب ہے۔ اگر رات میں نیت کرے تو یوں کہے۔ نویت ان اصوم غداً لله تعالیٰ من رمضان هذا میں نیت کرتا ہوں کہ کل اللہ کے لئے فرض رمضان کا روزہ رکھوں گا۔ اور دن میں نیت کرے تو یوں کہے۔ نویت ان اصوم هذا الیوم لله تعالیٰ من فرض رمضان. میں نیت کرتا ہوں کہ آج اللہ کے لئے فرض رمضان کا روزہ رکھوں۔

روزہ توڑنے اور نہ توڑنے والی چیزوں کا بیان:

س کن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ (ج): کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے جب کہ روزہ دار ہونا یاد ہو اور بیڑی سگریٹ وغیرہ پینے اور پان تمباکو کھانے سے بھی روزہ جاتا رہتا ہے۔ کلی کرنے میں بلا قصد پانی حلق سے اتر گیا تو روزہ ٹوٹ گیا بشرطیکہ روزہ دار ہونا یاد ہو۔ قصداً منہ بھر قے کی اور روزہ دار ہونا یاد ہے تو روزہ ٹوٹ گیا اور منہ بھر نہ ہو تو نہیں اور اگر بلا اختیار قے آئے اور منہ بھر نہ ہو تو روزہ نہ گیا اور اگر منہ بھر ہو تو لوٹانے کی صورت میں جاتا رہا ورنہ نہیں۔(بہار شریعت) قے کے یہ احکام اس وقت ہیں کہ قے میں کھانا آئے یا صفراء یا خون اور بلغم آیا تو مطلقاً روزہ نہ ٹوٹا۔(عالمگیری)

س کیا انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

ج تحقیق یہ ہے کہ انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے جب معدہ کام نہ کرے یا کسی چیز کو قبول نہ کرے یا دوا کا اثر جلدی مطلوب ہو تو دوا

کو انجکشن کے ذریعے براہ راست خون میں پہنچادیا جاتا ہے لہٰذا منہ کے ذریعہ دوا کھانے سے جو فائدہ مطلوب ہوتا ہے وہ انجکشن کے ذریعہ دوا خون میں پہنچانے سے بہ طریق اتم اور اکمل حاصل ہو جاتا ہے، فرق یہ ہے کہ منہ کے ذریعہ دوا کھانے سے معدہ کے عمل ہضم کے بعد دوا خون میں پہنچتی ہے اور انجکشن کے ذریعہ اسی وقت براہ راست دوا خون میں پہنچ جاتی ہے اور اثر کرتی ہے اس لئے جس طرح منہ کے ذریعہ دوا کھانے سے روزہ ٹوٹتا ہے اسی طرح انجکشن لگوانے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (زیادہ وضاحت کے لئے دیکھئے تفسیر تبیان القرآن جلد اص ۷۲۳)

س کن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا؟

ج بھول کر کھانے پینے سے نہیں ٹوٹتا۔ تیل یا سرمہ لگانے، مکھی، دھواں یا آٹے وغیرہ کا غبار حلق میں جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ کلی کی اور پانی بالکل اگل دیا صرف تری منہ میں باقی رہ گئی تھی تھوک کے ساتھ اسے نگل گیا یا کان میں پانی چلا گیا تو روزہ نہ جائے گا۔ احتلام ہوا یا غیبت کی تو روزہ نہ گیا اگر چہ غیبت سخت کبیرہ گناہ ہے۔ اور جنابت کی حالت میں صبح کی بلکہ اگر چہ سارا دن جنبی رہا روزہ نہ گیا مگر اتنی دیر تک قصداً غسل نہ کرنا کہ نماز قضا ہو جائے گناہ اور حرام ہے۔

قضا اور کفارہ کی صورتیں

س کن صورتوں میں روزہ کی صرف قضا لازم ہے؟ (ج) یہ گمان تھا کہ صبح نہیں ہوئی اور کھایا پیا بعد کو معلوم ہوا کہ صبح ہو چکی تھی۔ بھول کر کھایا پیا یا احتلام ہوا یا بلا قصد قے ہوئی اور ان سب صورتوں میں یہ گمان کیا کہ روزہ جاتا رہا پھر قصداً کھا پی لیا۔ ادائے رمضان کے علاوہ اور روزہ فاسد کر دیا اگر چہ رمضان ہی کی قضا ہو۔ یہ گمان کر کے کہ رات ہے سحری کھالی حالانکہ صبح ہو چکی تھی یا یہ گمان کیا کہ آفتاب ڈوب گیا ہے افطار کر لیا۔ حالانکہ ڈوبا نہ تھا۔ ان تمام صورتوں میں صرف قضا لازم ہے کفارہ نہیں۔ (بہار شریعت)

س کن صورتوں میں روزہ کی قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں؟ (ج): مقیم نے رمضان میں روزہ رمضان کے ادا کی نیت سے روزہ رکھا پھر توڑ دیا یعنی بغیر عذر شرعی قصداً کوئی دوا یا غذا کھائی یا پانی پیا تو روزہ کی قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں۔ تیل یا سرمہ لگایا یا غیبت کی پھر یہ گمان کیا کہ روزہ جاتا رہا اب اس نے کھا پی لیا تو ان صورتوں میں بھی روزہ کی قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں۔ (درمختار، بہار شریعت)

س کیا کفارہ لازم ہونے کے لئے کوئی شرط بھی ہے؟ (ج) ہاں کفارہ لازم ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ رات ہی سے روزہ رمضان کی نیت کی ہو اگر دن میں نیت کی اور توڑ دیا تو کفارہ لازم نہیں (بہار شریعت)

س روزہ توڑنے کا کفارہ کیا ہے؟ (ج): روزہ توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ پے در پے ساٹھ روزے رکھے اور یہ نہ کر سکے تو ساٹھ مسکینوں کو پیٹ بھر دونوں وقت کا کھانا کھلائے اور روزہ کی صورت میں اگر درمیان میں ایک روزہ بھی چھوٹ گیا تو پھر سے ساٹھ روزہ رکھنا پڑیں گے (بہار شریعت)

س کن چیزوں سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے؟ (ج) جھوٹ، غیبت، چغلی، گالی دینے، بیہودہ بات کرنے اور کسی کو تکلیف دینے سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔

س کیا روزہ دار کو کلی کرنے کے لئے منہ بھر پانی لینا مکروہ ہے؟ ج: ہاں، روزہ دار کو کلی کرنے کے لئے منہ بھر پانی لینا مکروہ ہے۔

س کیا روزہ کی حالت میں خوشبو سونگھنا، تیل کی مالش کرنا اور سرمہ لگانا مکروہ ہے؟

ج نہیں، روزہ کی حالت میں خوشبو سونگھنا، تیل کی مالش کرنا اور سرمہ لگانا مکروہ نہیں ہے۔ مگر زینت کے لئے سرمہ لگانا ہمیشہ مکروہ ہے اور روزہ کی حالت میں بدرجہ اولیٰ مکروہ ہے۔ (بہار شریعت۔ درمختار)

س کیا روزہ میں مسواک کرنا مکروہ ہے؟ ج: نہیں، روزہ میں مسواک کرنا مکروہ نہیں ہے۔ بلکہ جیسے اور دنوں میں مسواک کرنا سنت ہے ویسے ہی روزہ میں بھی مسنون ہے چاہے مسواک خشک ہو یا تر اور زوال سے پہلے کرے یا بعد میں کسی وقت مکروہ نہیں۔ (بہار شریعت)

☆☆☆

رمضان اور قرآن

علامہ حافظ محمد نصر اللہ آسوی صاحب (مدینہ شریف)

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ (سورہ بقرہ۔ ۱۸۵)

رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا، لوگوں کو ہدایت دینے والا۔

اللہ تعالیٰ نے تمام قرآن کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر ماہ رمضان کی لیلۃ القدر میں نازل کیا پھر حسب مصلحت تئیس سال میں نبی ﷺ پر مکمل قرآن کو نازل کیا اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ پر قرآن مجید کو نازل کرنے کی ابتداء رمضان کے مہینہ میں ہوئی اور تیسری تفسیر یہ ہے کہ روزہ کو فرض کرنے کے احکام ماہ رمضان میں نازل ہوئے۔

رمضان کے مہینہ میں نزول قرآن کی ابتداء اس وجہ سے کی گئی کہ قرآن اللہ عزوجل کا کلام ہے اور انوار الٰہیہ ہمیشہ متجلی اور منکشف رہتے ہیں البتہ ارواح بشریہ میں ان انوار کے ظہور سے حجابات بشریہ مانع ہوتے ہیں اور حجابات بشریہ کے زوال کا سب سے قوی سبب روزہ ہے، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ کشف کے حصول کا سب سے قوی ذریعہ روزہ ہے، اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر بنی آدم کے قلوب میں شیطان نہ گھومتے تو وہ آسمانوں کی نشانیوں کو دیکھ لیتے، اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید اور رمضان میں عظیم مناسبت ہے، اس لئے نزول قرآن کی ابتداء کے لئے اس مہینہ کو خاص کر لیا گیا (تفسیر کبیر)

رمضان میں قرآن کا دور: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کان رسول اللہ ﷺ اَجْوَدَ النَّاسِ رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور تمام اوقات سے بڑھ کر آپ رمضان میں زیادہ سخی ہو جاتے تھے جبکہ جبریل علیہ السلام سے ملاقات کرتے تھے اور جبریل علیہ السلام رمضان کی ہر رات میں آتے اور آپ کے ساتھ قرآن کا دور کرتے تھے تو رسول اللہ ﷺ ان دنوں میں تیز ہوا سے بھی زیادہ سخی ہوتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا　　　نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

قرآن اور رمضان کی شفاعت: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روزے اور قرآن یہ دونوں بندے کی شفاعت کریں گے۔ روزے کہیں گے' اے میرے رب میں نے اس کو دن میں کھانے پینے سے روکا، میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرما' اور قرآن کہے گا' میں نے اس کو رات میں سونے سے روکا میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرما'۔ تو دونوں کی شفاعت قبول کی جائے گی (احمد، ترغیب حدیث ۲۱۱۷)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن پڑھو بیشک قرآن کریم اپنے پڑھنے والوں کی قیامت

کے دن شفاعت کرے گا۔ (مسلم ،ترغیب ۲۱۰۷)

قرآن دنیا اور آخرت کا نور ہے: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم مجھے وصیت فرمایئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تقویٰ اختیار کرو کیونکہ وہ تمام کاموں کی اصل ہے، میں نے عرض کیا یارسول اللہ اور وصیت فرمایئے، تو فرمایا قرآن کی تلاوت اور ذکر اللہ کو لازم پکڑو بیشک وہ تیرے لئے زمین میں نور اور آسمانوں میں ذخیرہ ہے۔ (ابن حبان، ترغیب ۲۱۰۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سے ایک آیت سماعت کی اس کے لئے کئی گنا نیکی لکھی جاتی ہے۔ اور جس نے اس کی تلاوت کی تو وہ اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا۔ (احمد، ترغیب: ۲۱۰۰)

قرآن کی تلاوت دلوں کے زنگ دور کرتی ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان قلوب کو اسی طرح زنگ لگتا ہے جس طرح نمی کی وجہ سے لوہا زنگ پکڑتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ اس زنگ کو دور کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: موت کو کثرت سے یاد کرنا اور تلاوت قرآن کرنا۔ (بیہقی، مشکوۃ)

قرآن کے دو نور: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جناب جبریل علیہ السلام موجود تھے تو اس وقت جبریل علیہ السلام نے ایک آواز سن کر آسمان کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ یہ آسمان کے اس دروازے کے کھلنے کی آواز ہے جو آج سے پہلے کبھی نہیں کھلا۔ اس دروازے سے ایک فرشتہ نازل ہوا جو اس سے پہلے کبھی نہیں اترا تھا۔ اس فرشتے نے بارگاہ نبوی میں آکر سلام عرض کیا اور کہا آپ کو دو نوروں کی بشارت ہو جو اس سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئے۔ سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کا آخری رکوع۔ آپ ان دونوں سورتوں میں سے جو حرف بھی پڑھیں گے وہ آپ کو عطا کر دیا جائے گا۔ (مسلم)

حضرت ایفع بن عبد الکلاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ قرآن کریم کی کونسی سورت مرتبہ کے اعتبار سے عظیم ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: سورہ اخلاص۔ سائل نے پھر معلوم کیا کہ کونسی آیت مرتبہ میں اعلیٰ ہے؟ فرمایا: آیت الکرسی، اس کے بعد سائل نے پھر معلوم کیا کہ آپ اپنی ذات اور امت مسلمہ کو پہنچنے والی کونسی آیت کو محبوب رکھتے ہیں تو نبی علیہ السلام نے فرمایا: سورہ بقرہ کا آخری رکوع کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے عرش کے نیچے والے رحمت کے ان خزانوں میں سے ہے جو اس امت کو عطا فرمایا گیا اور اس امت کی دنیا اور آخرت کی کوئی بھلائی ایسی نہیں جو اس میں موجود نہ ہو۔ (دارمی مشکوۃ)

تین چیزوں کی تعلیم کا حکم: حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی اولاد کو تین چیزوں کی تعلیم دو اپنے نبی کی محبت اور ان کے اہل بیت کی محبت اور قرآن کی تلاوت۔ یقیناً حامل قرآن، اللہ (عرش الٰہی) کے سایہ میں ہوگا جس دن اس سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا، اس کے انبیاء اور اولیاء کے ساتھ۔ (جامع صغیر)

عالم قرآن اللہ کا ولی ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن کے قاری اور عالم اللہ کے ولی ہیں جس نے ان سے عداوت رکھی اس نے اللہ سے عداوت رکھی جس نے ان سے محبت رکھی اس نے اللہ سے محبت رکھی۔ (جامع صغیر۔ ۳۷۵۹)

حامل قرآن کی تعظیم: حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حامل قرآن کی عزت کرو جس نے ان کی عزت کی اس نے میری عزت کی۔ (جامع صغیر)

قرآن کی تلاوت سے فتنوں سے حفاظت: حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے سورہ کہف کی پہلی دس آیات حفظ کر لیں وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔ (مسلم)

قرآن کی تعلیم اور تلاوت: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی یہ بات پسند کرے کہ وہ اللہ

تعالیٰ سے ہم کلام ہو تو اس کو قرآن چاہیے۔ (جامع صغیر)
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر اگر تو صبح کے وقت کتاب اللہ کی ایک آیت کی تعلیم حاصل کرے تو وہ تیرے لئے سو رکعت نفل پڑھنے سے بہتر ہے۔ (ابن ماجہ۔ ۲۱۹)

س: قرآن کو زبانی پڑھنا افضل ہے یا دیکھ کر پڑھنا؟ ج: قرآن کو دیکھ کر پڑھنا افضل ہے کیونکہ قرآن کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔
حضرت عثمان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن مجید کو یاد سے پڑھنا ہزار درجہ (اجر کا سبب) ہے اور دیکھ کر پڑھنا دو ہزار درجہ (اجر کا سبب) ہے۔ (بیہقی۔ مشکوۃ، فضائل قرآن)
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچ چیزوں کو دیکھنا عبادت ہے: قرآن کو دیکھنا، کعبہ کو دیکھنا، والدین کو دیکھنا، زمزم کو دیکھنا اور عالم کے چہرہ کو دیکھنا۔ (جامع صغیر)

س: نماز میں قرآن پڑھنا افضل ہے یا نماز کے علاوہ؟ (ج:) نماز میں قرآن پڑھنا افضل ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نماز میں قرآن کی تلاوت عام قرآن کی تلاوت سے بہتر ہے اور نماز کے علاوہ قرآن کی تلاوت تسبیح وتکبیر سے بہتر ہے اور تسبیح صدقہ سے افضل ہے۔ اور صدقہ (نفلی) روزہ سے افضل ہے اور روزہ دوزخ سے ڈھال ہے (بیہقی۔ مشکوۃ، فضائل قرآن)

قرآن کی بے مثال سورت:

س: وہ کونسی سورت ہے جس کی مثل نہ پہلی کتابوں میں ہے اور نہ قرآن میں اور نبی پاک ﷺ نے اس کو عظمت کے لحاظ سے سب سے بڑی سورت قرار دیا ہے۔ (ج:) وہ سورہ فاتحہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابی بن کعب سے فرمایا: تم نماز میں قرأت کس طرح کرتے ہو تو انہوں نے سورہ فاتحہ سنائی تو نبی پاک ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ تورات، انجیل، زبور اور قرآن میں اس جیسی اور کوئی سورت نازل نہیں ہوئی۔ اس میں سات آیتیں ہیں اور یہ اس قرآن میں دو بار نازل ہوئیں جو مجھے عطا کیا گیا۔ (ترمذی۔ مشکوۃ، فضائل قرآن)۔ حضرت ابو سعید بن معلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا مجھے رسول اللہ ﷺ نے بلایا لیکن میں نے کوئی جواب نہ دیا بعد میں آ کر عرض کیا یا رسول اللہ میں نماز میں مصروف تھا (اس لئے حاضر نہ ہوا) تو نبی پاک ﷺ نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جاؤ جب وہ تمہیں بلائیں، پھر فرمایا: میں تمہیں مسجد سے نکلنے سے پہلے تمہیں ایک سورت بتاؤں گا جو قرآن میں عظمت کے لحاظ سے سب سے بڑی سورت ہے۔ پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا پھر جب ہم نے نکلنے کا ارادہ کیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے تو اس عظیم سورت کی تعلیم دینے کی بابت فرمایا تھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ سورہ ﴿الحمد للہ رب العالمین﴾ ہے اس سورت کی سات آیتیں بار بار نماز میں پڑھی جاتی ہیں اور وہ عظمت والا قرآن ہے جو مجھے عطا ہوا۔ (بخاری۔ مشکوۃ، فضائل قرآن) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ کا بلانا اللہ کا بلانا ہے۔ رسول اللہ کا کرم اللہ کا کرم ہے۔ اسی لئے تو ہم کہتے ہیں یہ سب تمہارا کرم ہے آقا کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے۔ لیکن یہ شعر سن کر بعض لوگوں کو شرک کا دورہ پڑ جاتا ہے کہ کرم صرف اللہ کا ہے رسول اللہ کا کرم نہیں ہے۔ وہ قرآن کی مذکورہ آیت اور حدیث کا کیا جواب دیں گے۔ اصل میں وہ قرآن وحدیث کی روح اور مغز کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ قرآن وحدیث کا صحیح فہم اللہ تعالیٰ نے سنیوں کو عطا فرمایا اسی لئے سنی کہتے ہیں:

تم ذات خدا سے نہ جدا نہ خدا ہو — اللہ ہی کو معلوم ہے کیا جانئے کیا ہو
اور
میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب — یعنی محبوب ومحب میں نہیں میرا تیرا

س: عظمت کے لحاظ سے قرآن پاک کی سب سے بڑی آیت کونسی ہے؟ ج: آیۃ الکرسی (مسلم شریف)

س ان چار صحابہ کے نام بتائیے جنہوں نے عہد رسول ﷺ میں قرآن جمع کیا؟

ج ابی بن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت اور ابوزید (حضرت انس کے چچا) (بخاری ومسلم شریف)

س ان چار صحابہ کے نام بتائیے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ان چار سے قرآن کی تعلیم حاصل کرو؟

ج حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ، حضرت ابی بن کعب اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم اجمعین (بخاری ومسلم)

س سیدالقراء کس صحابی کو کہا جاتا ہے؟ ج: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو

س وہ کونسی سورت ہے، جس کو تین مرتبہ پڑھنے سے پورے قرآن کا ثواب ملتا ہے؟ ج: سورہ اخلاص (جامع صغیر)

س وہ کونسی سورت ہے، جس کو دس مرتبہ پڑھنے سے جنت میں گھر بنتا ہے؟ ج: سورہ اخلاص (جامع صغیر)

س وہ کونسی سورت ہے، جس کو جمعرات یا جمعہ کے دن پڑھنے سے جنت میں گھر بنتا ہے؟ ج: سورۃ الدخان

س وہ کونسی سورت ہے، جس کو پڑھنے سے دس بار قرآن پڑھنے کا ثواب ملتا ہے اور پہلے گناہ معاف اور حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔

ج سورہ یٰسٓ (جامع صغیر، مشکوۃ)

س وہ کونسی سورت ہے، جس کو پڑھنے سے ایک ہزار آیت پڑھنے کا ثواب ملتا ہے؟ ج: الھٰکم التکاثر (حاکم۔ترغیب:۲۱۸۴)

س وہ کونسی آیت ہے، جس کو رات کو سونے کے وقت پڑھا جائے تو ایک فرشتہ صبح تک حفاظت کرتا ہے اور صبح تک شیطان اس کے قریب نہیں آسکتا؟

ج آیۃ الکرسی (بخاری)

س وہ دس آیات کونسی ہیں، جن کو ہر رات پڑھا جائے تو قرآن نہیں بھولتا؟

ج سورہ بقرہ کی پہلی چار آیات، آیۃ الکرسی، اس کے بعد والی دو آیات خالدون تک اور سورہ بقرہ کی آخری تین آیات۔

س جنت کے درجات کتنے ہیں؟ ج: جتنی قرآن کی آیات ہیں چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (۶۶۶۶) (جامع صغیر)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صاحب قرآن سے کہا جائے گا کہ قرآن پڑھ اور (جنت کے درجات) طے کر اور ترتیل وتجوید کے ساتھ پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں پڑھتا تھا تیرا مقام وہاں تک ہے جہاں قرآن کی آخری آیت ختم ہوگی۔ (ترمذی مشکوۃ)

س قاری قرآن کو جنت میں کتنی حوریں عطا ہوں گی؟

(ج) جتنے قرآن کے حروف ہیں دس لاکھ ستائیس ہزار (۱۰۰۲۷۰۰۰) (جامع صغیر حدیث:۶۱۸۴)

س ایک دفعہ قرآن ختم کرنے پر کتنی نیکیاں ملتی ہیں؟

ج: دس لاکھ ستائیس ہزار اور پھر ان کو دس سے ضرب دیں کیونکہ ایک حرف پر ایک نیکی ہے اور ایک نیکی دس نیکیوں کی مثل ہے (ترمذی حدیث ۲۹۱۰)

ختم شریف: س ختم قرآن پر کتنے فرشتے دعا کرتے ہیں؟

ج ستر ہزار فرشتے ختم قرآن پر دعا کرتے ہیں۔ (جامع صغیر) ختم شریف اور ایصال ثواب ختم قرآن ہی کا نام ہے یہ بدعت نہیں ہے بلکہ اس میں ملائکہ کی شمولیت ہوتی ہے۔

س یہ فرشتے کب تک دعا کرتے رہتے ہیں؟

ج اگر ختم شریف صبح کو ہو تو شام تک فرشتے دعا کرتے ہیں اور اگر شام کو ہو تو صبح تک فرشتے دعا کرتے ہیں۔ (جامع صغیر۔۸۶۵۵) اور ختم شریف کے وقت دعا بھی قبول ہوتی ہے۔ (جامع صغیر۔۸۸۱۸)

۲۰ تراویح کا ثبوت

ناقابلِ تردید دلائل کی روشنی میں

حضرت علامہ ابو ابراھیم آسوی صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک تراویح بیس رکعت ہیں۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

تراویح ترویحہ کی جمع ہے اور ترویحہ بمعنیٰ ایک دفعہ آرام کرنا، جیسے تسلیمہ بمعنیٰ ایک دفعہ سلام کرنا اور رمضان کی راتوں میں باجماعت نماز کو تراویح کہا جاتا ہے اس مناسبت سے کہ ابتداءً جب حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا اتفاق اس امر پر ہوگیا تو وہ ہر دو سلاموں کے بعد (چار رکعات کے بعد) کچھ آرام کرتے تھے۔ (فتح الباری کتاب صلاۃ التراویح)

واضح رہے کہ خود تراویح کا صیغہ بتلا رہا ہے کہ تراویح کی رکعات آٹھ سے زائد ہیں چونکہ چار رکعت، ایک ترویحہ اور آٹھ رکعت، ترویحتین، بارہ اور اس سے زائد رکعات تراویح۔

کیونکہ عربی کی جمع تین سے شروع ہوتی ہے اگر آٹھ رکعت تراویح ہوتی تو پھر اسے تراویح کہنا درست نہ تھا بلکہ ترویحتین کہنا چاہیے تھا۔

بیس رکعات تراویح سنت رسول اللہ ﷺ وسنت صحابہ ہے اور آٹھ رکعت تراویح خلاف سنت ہے۔ دلائل ملاحظہ ہوں:

حدیث: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ یُصَلِّیْ فِیْ رَمَضَانَ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ 394/2)

حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سمیت اس دور کے تمام صحابہ کا بیس رکعات تراویح پر اجماع ہو چکا ہے اور یہ بات بکثرت آثار صحابہ سے ثابت ہے اس لئے بیس رکعت تراویح کی مشروعیت بے غبار ہے۔

غیر مقلدین حضرات بیس رکعات تراویح کے معارضہ میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں کس طرح نماز پڑھتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کہ رمضان ہو یا غیر رمضان رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ (بخاری 1147، مسلم 738، ترمذی 439)

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی اس نماز کے بارے میں بتلا رہی ہیں جو رمضان اور غیر رمضان دونوں میں مشترک ہے اور وہ تہجد کی نماز ہے نہ کہ تراویح کی اس لئے غیر مقلدین کا اس کو تراویح کی نماز پر محمول کر کے اس سے بیس رکعت تراویح پر معارضہ کرنا صحیح نہیں ہے جبکہ بیس رکعت تراویح بکثرت آثار صحابہ سے ثابت ہے۔ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ تراویح آٹھ رکعات پڑھتے تھے۔ اگر بیس رکعت پڑھتے تو کل رکعات تیئیس ۲۳ ہوتیں۔

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ حدیث تمہارے بھی خلاف ہے اس لئے کہ اس حدیث سے تین وتر بھی ثابت ہورہے ہیں تب ہی تو گیارہ رکعات ہوئیں غیر مقلدین بتائیں کہ وہ ایک وتر کیوں پڑھتے ہیں کیا بعض حدیث پر ایمان ہے اور بعض کا انکار۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس حدیث میں تہجد کا ذکر فرما رہی ہیں۔ تراویح رمضان کے علاوہ دوسرے مہینوں میں نہیں پڑھی جاتیں اسی لئے امام بخاری اور امام ترمذی اس حدیث کو کتاب التہجد میں لائے ہیں اور صلاۃ التراویح کے لئے علیحدہ باب باندھا۔

اہل حدیث کو چاہئے کہ بارہ مہینے تراویح پڑھا کریں کیونکہ رمضان ہو یا غیر رمضان، رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعات پڑھا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یا رسول اللہ (ﷺ) آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں۔ فرمایا: میری آنکھیں سوتی ہیں دل جاگتا ہے۔ تراویح سونے کے بعد نہیں پڑھی جاتی تہجد پڑھی جاتی ہے۔ اہل حدیثوں کو چاہئے کہ وہ سونے کے بعد تراویح پڑھا کریں۔

اگر اس نماز سے مراد تراویح ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیس تراویح کا حکم کیوں دیا، کیا خلفاء راشدین بدعت سیئہ کا حکم دے سکتے ہیں اور تمام صحابہ نے یہ حکم کیوں قبول کیا، ان میں کوئی بھی متبع سنت اور حق گو نہیں تھا۔ آج اتنے عرصہ کے بعد تم حق گو بھی پیدا ہوئے اور متبع سنت بھی اور خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ سب کچھ دیکھ کر کیوں اعلان نہ کیا کہ تم یہ کام خلاف سنت کر رہے ہو۔ وہ خاموش کیوں رہیں؟ کیا ان پر تبلیغ حق فرض نہ تھی۔ (نعوذ باللہ)

اگر بیس رکعات تراویح بدعت سیئہ ہے اور آٹھ رکعات تراویح سنت اور تم بہادروں نے چودہ سو سال بعد یہ سنت جاری کی۔ تو بتاؤ حرمین شریفین کے تمام مسلمان بدعتی اور گمراہ ہیں۔ تم آج نجدیوں کو اس کی تبلیغ کیوں نہیں کرتے جہاں آج بھی بیس رکعات تراویح پڑھی جا رہی ہیں۔

اس حدیث میں ایسی نماز کا ذکر ہے جو تنہا ہوتی تھی اور وہ تہجد ہے، تراویح تو باجماعت ہوتی ہے۔ اہل حدیث کو چاہئے کہ آج سے وہ تنہا تراویح پڑھنا شروع کر دیں۔

اس روایت میں چار چار رکعات نماز کا ذکر ہے اور تراویح تو بالاتفاق دو دو کر کے پڑھی جاتی ہیں۔ اہل حدیث کو چاہئے کہ آج سے وہ چار چار رکعات تراویح پڑھنا شروع کر دیں۔

مفسر قرآن علامہ الشیخ محمد علی الصابونی الاستاذ بکلیۃ الشریعۃ جامعہ ام القری بمکۃ المکرمہ لکھتے ہیں

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنا مشاہدہ بیان فرما رہی ہیں اور یہ اس کے منافی نہیں کہ آپ اس سے زیادہ نماز پڑھتے ہوں کیونکہ آپ تو ازواج میں سے ایک تھیں اور ہر رات حضور ﷺ ان کے ہاں نہیں گذارتے تھے حتیٰ کہ آٹھ رکعات پر قطعی حکم لگایا جائے وہ تو اپنے مشاہدہ کی خبر دے رہی ہیں۔ اسی طرح ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا: میں نے کبھی رسول اللہ ﷺ کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور میں چاشت کی نماز پڑھتی ہوں (مسلم شریف:718)

حالانکہ چاشت کی نماز حضور ﷺ سے ثابت ہے حضور ﷺ نے حضرت ابوہریرہ کو چاشت کی نماز پڑھنے کی وصیت فرمائی تھی (مسلم 721 بخاری 1981) اور اس کتاب میں یہ حدیث گذر چکی ہے (دیکھو حدیث نمبر 329) اور فتح مکہ کے دن آپ ﷺ نے آٹھ رکعات نماز چاشت ادا کی (بخاری و مسلم 720)

کیا ہم رسول اللہ ﷺ کی نماز چاشت کا انکار کریں صرف اس وجہ سے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اسی طرح حضور ﷺ سے گیارہ رکعات سے زیادہ کی نفی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ حضور ﷺ سے تہجد کی نماز تیرہ رکعات بھی ثابت ہے۔ (کتاب صلاۃ التراویح ص 118-111)

عہد فاروقی میں بیس رکعات تراویح

حدیث: عن یزید بن رومان رضی الله عنه أنه قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب رضی الله عنه فی رمضان بثلاث و عشرین رکعة ۔ امام مالک حضرت یزید بن رومان سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ بیس رکعت اور تین وتر پڑھا کرتے تھے۔(موطا باب ماجاء فی قیام رمضان ص 115/1)

امام مالک نے تراویح کے لئے دو روایتیں ذکر کی ہیں ایک گیارہ والی السائب بن یزید سے اور دوسری بیس رکعت اور تین وتر والی یزید بن رومان سے امام بیہقی دونوں روایتیں اپنی سنن کبری میں بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ان دونوں روایات میں اس طرح تطبیق کی جاسکتی ہے کہ پہلے صحابہ گیارہ رکعات پڑھتے تھے اور پھر بیس رکعات تراویح اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔(سنن کبری 496/2)

حدیث: بیہقی نے کتاب المعرفہ میں نقل کیا کہ حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں لوگ بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھا کرتے تھے۔ اسنادہ صحیح۔(نصب الرایہ 154/2)

امام مالک کے علاوہ دیگر محدثین نے اسی سند سے اکیس رکعت کا ذکر کیا ہے مثلاً امام عبدالرزاق نے محمد بن یوسف سائب بن یزید سے اکیس رکعات کا ذکر کیا ہے۔

حدیث: محمد بن یوسف سائب بن یزید سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان میں ابی بن کعب اور تمیم داری کی اقتداء میں لوگوں کو اکیس رکعت پر جمع کیا جن میں وہ سو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے اور فجر کے قریب فارغ ہوتے تھے۔(مصنف عبدالرزاق 262/4) اس سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ گیارہ رکعات کی روایت معلوم، شاذ اور امام مالک کا تسامح ہے۔

امام بیہقی نے جو تطبیق ذکر فرمائی ہے اس کی تقویت اس بات سے ہوتی ہے کہ بعد کے صحابہ مثلاً خلفاء راشدین حضرت عمر حضرت عثمان اور حضرت علی اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے۔

حدیث: سائب بن یزید سے بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں فجر کے قریب تراویح سے فارغ ہوتے تھے اور ہم (بشمول وتر) تئیس رکعات پڑھتے تھے۔(مصنف عبدالرزاق 262/4)

حدیث: یحیٰ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ مسلمانوں کو بیس رکعات تراویح پڑھائے۔(مصنف ابن ابی شیبہ 293/1 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولی 1406ھ)

عہد عثمانی میں بیس رکعات تراویح

حدیث: سائب بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں صحابہ رمضان کے مہینہ میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے اور ان میں ایسی آیات پڑھتے تھے جن میں سو آیات ہوتی تھیں اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد میں شدت قیام کی وجہ سے وہ اپنی لاٹھیوں سے ٹیک لگاتے تھے۔ حافظ ابوبکر بن علی السنن الکبری 496/2 عدد رکعات القیام فی رمضان

عہد علی کرم اللہ وجہہ میں بیس رکعات تراویح

حدیث: ابوالحسناء بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو رمضان میں بیس رکعات تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔(مصنف ابن ابی شیبہ 293/1 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولی 1406ھ)

حدیث: امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ ذکر فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعض اصحاب بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رمضان میں بیس رکعات تراویح پڑھاتے تھے اور تین رکعات وتر (السنن الکبریٰ 496/2 مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)

حدیث: حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان میں قاریوں کو بلایا اور ان میں سے ایک شخص کو بیس رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کو وتر پڑھاتے تھے۔ (السنن الکبریٰ 496/2 مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)

حدیث: حافظ ابوعمر بن عبدالبر یہ روایت ذکر کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ رمضان میں مسلمانوں کو بیس رکعات پڑھائے اور یہ رکعات وتر کے علاوہ تھیں۔ (التمہید 15/8 مکتبہ قدوسیہ لاہور)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا عمل: رسول اللہ ﷺ کے سفر وحضر کے ساتھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی بیس رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے۔

حدیث: حضرت الاعمش فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا معمول بھی بیس رکعات تراویح پڑھنے کا تھا۔ (مروزی قیام الیل ص 157)

حدیث: نافع بن عمر بیان کرتے ہیں کہ ابن ابی ملیکہ ہمیں رمضان میں بیس رکعات تراویح پڑھاتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ 293/1 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ 1406ھ)

حدیث: ابن رفیع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مدینہ میں لوگوں کو رمضان میں بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ 293/1 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ 1406ھ)

حدیث: حضرت ابوالبختری رمضان میں پانچ ترویحات اور تین رکعات پڑھاتے تھے اور رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ 293/1 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ 1406ھ)

حدیث: عطاء کہتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ بشمول وتر تئیس رکعت پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ 293/1 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ 1406ھ)

جمہور صحابہ اور اہل مکہ کا عمل: امام ترمذی فرماتے ہیں: اکثر اہل علم کا مذہب بیس رکعات تراویح ہے جو کہ حضرت علی، حضرت عمر رضی اللہ عنہم اور نبی ﷺ کے دیگر اصحاب سے مروی ہے۔ امام شافعی نے فرمایا: اسی طرح میں نے اپنے شہر مکہ میں پایا کہ وہ بیس رکعات پڑھتے تھے۔ (ترمذی باب ماجاء فی قیام رمضان حدیث 806)

غیر مقلدین سے گذارش: شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی صاحب فرماتے ہیں: غیر مقلدین حضرات بیس رکعات تراویح کو بدعت اور مخالف سنت نبوی قرار دیتے ہیں اور سالہا سال سے وہ اس موضوع پر اہل سنت سے مناظرہ اور مباحثہ کرتے چلے آئے ہیں۔ ہم اس مسئلہ میں صرف اس قدر عرض کرنا چاہتے ہیں کہ غیر مقلدین حضرات جو ہر رمضان اور رمضان کی ہر شب میں تراویح جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں اور اس میں ختم قرآن کا التزام کرتے ہیں اس میں کونسی صریح اور صحیح مرفوع متصل حدیث ہے؟ کیونکہ بخاری اور مسلم کی صحیح روایت میں صرف یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صرف ایک بار رمضان کی آخری تین راتوں میں قیام کیا۔

اور ہر رمضان میں اور رمضان کی ہر شب کو جماعت کے ساتھ خواہ آٹھ رکعت تراویح پڑھنا اور رمضان میں جماعت کے اندر ختم قرآن کا التزام کرنا بھی ان کے اصول پر بدعت اور مخالفت سنت نبوی ہے۔ اور اگر یہ تمام امور حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی اور دیگر صحابہ کی اتباع میں کئے جاتے ہیں اور اس وجہ سے بدعت اور مخالفت سنت نبوی نہیں ہیں تو بیس رکعات تراویح بھی انہی صحابہ کا طریقہ ہے اس کو بدعت قرار دے کر مسلمانوں کو اس کار خیر سے کیوں روکا جاتا ہے یہ بات ہم آج تک نہیں سمجھ سکے۔

بیس رکعات تراویح پر مقالات سعیدی میں قیام رمضان کے عنوان سے ہمارا ایک مفصل مقالہ موجود ہے۔ جس میں اس عنوان پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ وہ اہل علم کے لئے قابل مطالعہ ہے۔ (شرح مسلم سعیدی 502/2)

آٹھ رکعات تراویح کے قائلین کا سہارا بالآخر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جو کہ علماء حدیث کے نزدیک ضعیف ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان میں آٹھ تراویح پڑھائیں۔ (ابن خزیمہ ابن حبان)

یہ روایت اس قدر ضعیف و منکر ہے کہ اس سے استدلال ہی نہیں کیا جا سکتا چونکہ اس میں ایک راوی عیسیٰ بن جاریہ ہے، جس کی بابت ابن حجر نے نقل کیا ہے کہ ابوداود کہتے ہیں اس کے پاس منکر روایتیں ہیں۔ ساجی اور عقیلی نے اس کو ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ اس کی حدیثیں محفوظ نہیں ہیں۔ (تہذیب التہذیب۔ حرف العین) لہٰذا اس طرح کی منکرہ موضوعہ کو دلیل بنانا صحیح نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے صرف تین دن نماز تراویح با جماعت مسجد میں ادا کی

حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شب مسجد میں نماز پڑھی تو آپ کی اقتداء میں لوگوں نے نماز پڑھنا شروع کر دی۔ پھر دوسری شب نماز پڑھی تو اور زیادہ لوگ جمع ہو گئے، پھر تیسری یا چوتھی رات کو صحابہ جمع ہوئے لیکن رسول اللہ ﷺ باہر تشریف نہ لائے صبح کو ارشاد فرمایا: میں نے تم لوگوں کو دیکھا تھا اور مجھے تمہارے پاس آنے سے صرف یہ خوف مانع تھا کہ تم پر تراویح فرض ہو جائے گی اور یہ رمضان کا واقعہ تھا۔ (مسلم 761 بخاری 1129)

اور ایک روایت میں ہے: اے لوگو! اپنے گھر میں نماز پڑھو کیونکہ مرد کی نماز فرائض کے سوا گھر میں بہتر ہے۔ (بخاری حدیث: 7290 مسلم 781 مشکوٰۃ 1295)

حضور ﷺ اپنی امت پر رحیم و کریم ہیں اس رحمت کی وجہ سے لگاتار پورا مہینہ تراویح نہ پڑھائیں اب تراویح سنت مؤکدہ ہے لیکن تراویح کی جماعت سنتِ مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔ حضور ﷺ کو یہ علم بھی تھا کہ اگر میں اسی طرح تروایح پڑھاتا رہا تو تراویح پانچ وقتہ نماز کی طرح فرض ہو جائے گی اور اگر فرض ہو گئی تو میری امت اس فرض کی پابندی نہ کر سکے گی۔ اس سے حضور ﷺ کا علم بھی ثابت ہو رہا ہے اور رحمت بھی۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ تہجد اور تراویح دو الگ عبادتیں ہیں ایک نہیں۔ جیسا کہ اہل حدیث کہتے ہیں کہ تہجد یا قیام اللیل اور تراویح ایک ہی عبادت کے دو نام ہیں۔ یہ نظریہ باطل ہے کیونکہ تراویح میں تو تمام صحابہ حضور ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے یہ امر کسی پر مخفی نہ رہا لہٰذا تراویح کے متعلق تو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی وہ تو سب صحابہ جانتے تھے کیونکہ نماز تراویح گھر میں نہیں مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کی گئی تھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صرف وہ وہی سوال کیا گیا جو صحابہ پر مخفی تھا جسے صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی بتا سکتی تھیں اور وہ تہجد یا قیام اللیل ہے۔ اگر تراویح کے متعلق سوال ہوتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتیں مجھ سے کیا پوچھتے ہو کیا تم اس نماز میں شریک نہیں تھے۔

غیر مقلدین کو بھی چاہئے کہ صرف تین دن نماز تراویح پڑھیں اور تین دن جماعت کرائیں باقی دن جماعت کرانا خلاف سنت ہے اور مسجد میں صرف تین دن نماز پڑھیں باقی دن اپنے اپنے گھروں میں تراویح ادا کریں۔ اگر وہ کہیں کہ پورا مہینہ جماعت کے ساتھ مسجد میں تراویح ادا کرنا خلفاء راشدین کی سنت ہے تو پھر ہم کہیں گے کہ اگر یہ تمام سنتیں تمہیں قبول ہیں تو پھر بیس تراویح بھی خلفاء راشدین کی سنت ہے اس سے انکار کیوں ہے۔ تراویح کے متعلق خلفاء راشدین کی باقی تمام سنتوں کو قبول کر رہے ہو صرف بیس تراویح سے ہی دشمنی ہے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بیس تراویح پڑھنے کا حکم دیا جس پر تمام صحابہ نے سکوت فرمایا۔ اس لئے بیس تراویح پر تمام صحابہ کا اجماع ہو گیا نیز اس سے لزوماً یہ ثابت ہوا کہ حضور ﷺ نے بھی بیس رکعت تروایح پڑھی تھی ورنہ صحابہ کرام ضرور اختلاف کرتے خصوصاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ صحابہ کرام سے یہ مستبعد ہے کہ دین میں اس قسم کا اضافہ برداشت کر سکیں۔ کوئی اہلحدیث یہ بات ثابت نہیں کر سکتا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا ہو کہ یا امیر المومنین تم نبی ﷺ کی سنت تبدیل کر رہے ہو تراویح تو آٹھ رکعات ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خلفاء راشدین سے اختلاف ثابت نہیں تو معلوم ہو گیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی بیس تراویح ہی پڑھتی رہیں اور آٹھ رکعت والا مسئلہ

تہجد کے متعلق ہے۔

نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ کا مفہوم: حدیث: عبدالرحمٰن بن عبدالقاری سے روایت ہے کہ میں رمضان میں ایک رات عمر بن خطاب کے ساتھ مسجد کی طرف گیا تو لوگ متفرق الگ الگ تھے کوئی تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور کچھ لوگ جماعت کے ساتھ پڑھ رہے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں ان لوگوں کو ایک قاری پر جمع کر دیتا تو بہتر تھا پھر آپ نے ارادہ کر ہی لیا اور انہیں ابی بن کعب پر جمع کر دیا پھر میں دوسری رات آپ کے ساتھ گیا تو لوگ اپنے قاری کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ یہ بڑی اچھی بدعت ہے۔ جسے چھوڑ کر تم لوگ سو جاتے تھے وہ اس سے بہتر ہے جس کو تم لوگ ادا کرتے ہو ان کی مراد آخر رات کی نماز تھی اور لوگ رات کے پہلے حصہ میں نماز ادا کرتے تھے۔(بخاری 2010 مشکوٰۃ 1301)

یعنی نماز تہجد تراویح سے افضل ہے اس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ تراویح الگ نماز ہے اور تہجد الگ ایسا نہیں کہ دونوں ایک ہوں جیسا کہ غیر مقلدین کہتے ہیں۔ نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ "یہ بڑی اچھی بدعت ہے،، یعنی تراویح کی جماعت اور ہمیشہ اہتمام سے قائم کرنا میری ایجاد ہے اور بدعت حسنہ ہے۔

مفتی احمد یار خاں صاحب فرماتے ہیں اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ نفس تراویح سنت رسول اللہ ﷺ ہے مگر اس پر ہیشگی باجماعت اور اہتمام سے ادا کرنا سنت فاروقی ہے۔ دوسرے یہ کہ ایجادات صحابہ شرعاً بدعت ہیں اگر چہ انہیں لغۃً سنت کہا جاتا ہے۔ اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا: علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین لہذا یہ دونوں حدیثیں متعارض نہیں۔ تیسرے یہ کہ ہر بدعت بُری نہیں بعض اچھی بھی ہوتی ہیں مثلاً قرآن کریم کے اعراب اور سیپارے حدیثوں کو کتابی شکل میں جمع کرنا بدعت ہیں مگر فرض۔ چوتھے یہ کہ قیامت تک تراویح کی دھوم دھام فاروق اعظم کی یادگار ہے۔(مراۃ 292/2)

قابل غور نکتہ: مفتی شریف الحق امجدی فرماتے ہیں: نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ اصل تراویح مشروع ہے تین دن تک حضور ﷺ نے تراویح باجماعت پڑھی۔ اس کے بعد اکیلے پڑھی۔ اور صحابہ کرام اکیلے اکیلے بھی پڑھتے تھے اور جماعت کے ساتھ بھی۔ اس سے ثابت ہوا کہ تراویح کے لئے جماعت کی قید نہیں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جماعت کے ساتھ پڑھنے کی پابندی کر دی۔ اس سے ثابت ہوا کہ کسی امر مشروع مطلق کو کسی ہیئت خاص کے ساتھ مخصوص کرنا حرام و گناہ و بدعت سیہ نہیں جیسے ہمیں حضور ﷺ کے ذکر کا حکم مطلق دیا گیا ہے۔ امت نے اسے خاص ہیئت کیساتھ میلاد شریف کے نام سے رواج دیا۔ اسی طرح ہم کو مطلق صلاۃ و سلام کا حکم ہے پوری امت نے اسے اخیر مجلس میں کھڑے ہو کر بلند آواز سے رواج دیا۔ یونہی مطلق ایصال ثواب کا حکم ہے۔ پوری امت نے اسے تیسرے یا دسویں دن یا چالیسویں دن یا سال پورا ہونے پر رواج دیا۔ تخصیصات بھی حرام و گناہ و بدعت سیہ نہیں۔ بلکہ تمام صحابہ کرام اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہم کی سنت ہے۔(نزہۃ القاری شرح بخاری 411/3)

اہل حدیث، منکر حدیث عبداللہ چکڑالوی کے نقش قدم پر: غیر مقلدین کے ذمہ دار علماء بھی اس حقیقت کے معترف ہیں کہ تہجد اور تراویح دو علیحدہ نمازیں ہیں۔ ان کو ایک سمجھنا منکر حدیث عبداللہ چکڑالوی کا مذہب ہے جب شروع میں اس نے یہ دعوی کیا تو ثناء اللہ امرتسری نے اس کا رد لکھا۔ لیکن اب اہل حدیث بھی اسی کی بولی بول رہے ہیں جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اہل حدیث ترقی کرتے کرتے عبداللہ چکڑالوی منکر حدیث کا مذہب قبول کر چکے ہیں۔ اگر اسی طرح ترقی جاری رہی تو شاید وہ وقت بھی آ جائے کہ شیعوں کی پیروی میں منکر قرآن بھی بن جائیں۔

چنانچہ محمد اقبال کیلانی غیر مقلد صاحب لکھتے ہیں: رمضان میں نماز تراویح یا قیام رمضان باقی مہینوں میں تہجد یا قیام اللیل ہی کا دوسرا نام ہے۔(کتاب الصلاۃ ص ۱۵۱ مسئلہ نمبر 403)

غیر مقلد عالم ثناء اللہ امرتسری، عبداللہ چکڑالوی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ایسے صاف اور صحیح جواب کو پا کر بھی ان مولوی

صاحب (عبداللہ چکڑالوی) نے قبول نہیں کیا بلکہ اس کے جواب میں بہت کوشش کی ہے۔ جس ساری کوشش کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے اور پچھلے وقت کی نماز ایک ہی ہے دو نہیں۔ یہی تراویح جو اول وقت میں پڑھی جاتی ہے تہجد کی نماز ہے اور کوئی نہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس دعویٰ پر کوئی دلیل نہیں بلکہ اس کے خلاف دلیل موجود ہے کیونکہ تہجد کے معنی ہیں نیند سے اٹھ کر نماز پڑھنا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے یہ امر ثابت نہیں ہوتا کہ اول شب کی نماز اور آخر شب کی نماز ایک ہی ہے۔ (اہل حدیث کا مذہب ص 93-92)

دوسرا غور طلب امر یہ ہے کہ رمضان کی راتوں میں تراویح کے بعد تہجد کی نماز بھی پڑھی جائے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں فتاویٰ ثنائیہ کے دو سوال وجواب ملاحظہ ہوں:-

سوال: جو شخص رمضان المبارک میں عشاء کے وقت نماز تراویح پڑھ لے وہ پھر آخر رات میں تہجد پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔

جواب: پڑھ سکتا ہے تہجد کا وقت ہی صبح سے پہلے کا ہے۔ اول شب تہجد نہیں ہوتی۔

سوال: رمضان المبارک میں تراویح اور تہجد دونوں ہیں یا تہجد کے بدل تراویح؟

جواب: اگر تراویح پہلے وقت میں پڑھے تو صرف تراویح ہے۔ پچھلے وقت پڑھے تو تہجد کے قائم مقام ہو جاتی ہے۔ (ثناء اللہ امرتسری: فتاویٰ ثنائیہ 654-682/1) معلوم ہوا کہ تہجد کا وقت رات کا آخری حصہ ہے۔ شروع رات کی عبادت کو تہجد کے قائم مقام نہیں کہہ سکتے۔

بالفرض اگر کوئی شخص رات کے آخری حصہ میں تراویح پڑھے تو صرف وہ تہجد کے قائم مقام ہو جائے گی۔ امرتسری صاحب قائم مقام کی تشریح کرتے ہیں: اس آخری صورت میں تراویح تہجد کے قائم مقام ہونے سے دونوں کا ایک ہونا لازم نہیں آنا چاہیے کہ جمعہ ظہر کا قائم مقام ہے لیکن دونوں ایک نہیں۔ (اہل حدیث کا مذہب ص ۹۳) معلوم ہو گیا کہ تراویح اور ہے اور تہجد اور ہے۔ دونوں کو ایک قرار دینا منکرین حدیث کا مذہب ہے۔

مسجد نبوی شریف کے مشہور مدرس قاضی شیخ عطیہ سالم کی تحقیق: سعودی عرب کے نامور عالم مسجد نبوی شریف کے مشہور مدرس اور مدینہ منورہ کے قاضی شیخ عطیہ سالم نے نماز تراویح کی چودہ سو سالہ تاریخ پر ایک مستقل کتاب ''التراویح'' لکھی اور بتایا کہ ہر دور میں بیس رکعات تراویح پڑھی جاتی رہیں اس تحقیق کے بعد دو سوال کرتے ہیں

سوال نمبر ۱: کیا ایک ہزار سال سے زائد اس طویل عرصہ میں کسی موقعہ پر بھی ثابت ہے کہ مسجد نبوی میں مستقل آٹھ تراویح پڑھی جاتی تھیں؟ یا چلیں بیس سے کم تراویح پڑھنا ہی ثابت ہو؟ بلکہ ثابت تو یہ ہے چودہ سو سالہ دور میں بیس یا بیس سے زائد تراویح ہی پڑھی جاتی تھی۔

سوال نمبر ۲: دوسرا سوال یہ ہے کہ کسی صحابی یا ماضی کے کسی عالم نے بھی یہ فتویٰ دیا ہو کہ آٹھ سے زائد تراویح جائز نہیں ہیں اور اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو اس فتویٰ کی بنیاد بنایا ہو؟

الغرض جب پورے چودہ سو سالہ دور میں ایک قابل ذکر شخص بھی ایسا نہیں ملتا جس نے یہ فتویٰ دیا ہو کہ آٹھ سے زائد تراویح جائز نہیں اور نہ ہی ثابت ہوا کہ مسجد نبوی میں باجماعت صرف آٹھ تراویح ادا کی گئی ہوں تو پھر بھی جو لوگ آٹھ تراویح پڑھنے پر مصر ہیں اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیتے ہیں ہم ان سے صرف اتنا عرض کر دیتے ہیں کہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے لے کر آج تک کے تمام مسلمانوں کے طرز پر تراویح پڑھنا ان کی مخالفت سے بہتر ہے خصوصاً اس شخص کے لئے جو مسجد میں باجماعت تراویح پڑھے۔ (کتاب التراویح: 109-108)

☆☆☆☆

(حضرت علامہ سعید آسوی)

سیرت حضور مفکرِ اسلام ﷺ

دورانِ تدریس اہم واقعات

(وصالِ حضور مفکرِ اسلام ۱۲ رجب ۱۴۲۷ھ کی مناسبت سے کتاب سیرتِ حضور مفکرِ اسلام (زیرِ طبع) سے ایک عنوان)

حضور مفکرِ اسلام علیہ الرحمہ نے تقریباً 39 سال تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ ۱۹۶۱ء میں اشاعت اسلام ہائی سکول شکرگڑھ میں شعبۂ درس وتدریس سے وابستہ ہوئے۔ تاہم ۳ جنوری ۱۹۶۲ء کو گورنمنٹ سروس کا باقاعدہ آغاز گورنمنٹ پائلٹ سیکنڈری سکول سیالکوٹ سے ہوا۔ مئی ۱۹۶۳ء میں گورنمنٹ ہائی سکول چک ڈی۔ بی/ ۱۱۷ تحصیل منڈی یزمان ضلع بہاولپور تبادلہ ہو گیا۔ ۱۹۶۵ء میں پنڈی بھٹیاں ضلع گوجرانوالہ میں اے ای او کے فرائض سرانجام دیئے۔ ۱۹۶۶ء تا ۱۹۶۸ء قریباً پونے دو سال گورنمنٹ ہائی سکول علی پور چٹھہ سے وابستہ رہے۔ بعد ازاں مارچ ۱۹۶۸ء میں گورنمنٹ ہائی سکول شکرگڑھ تبادلہ ہوا۔ ساڑھے سات سال شکرگڑھ ہی قیام رہا۔ نومبر ۱۹۷۵ء میں پبلک سروس کمیشن کے ذریعے جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ میں بطور لیکچرر تقرر ہوا۔ پندرہ سال شہر خودی میں قیام رہا، بالآخر ۱۹۹۰ء میں گورنمنٹ کالج شکرگڑھ تشریف لائے اور یکم جنوری ۲۰۰۰ء کو ریٹائرڈ ہوئے۔

آپ نے شعبۂ تدریس ہی کو کیوں اختیار کیا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ سمجھتے تھے کہ ملتِ اسلامیہ آج تنزلی و پستی کے تاریک ترین دور سے گزر رہی ہے۔ بالخصوص نوجوانانِ ملت اخلاقی و فکری اعتبار سے جس قدر آج آوارگی کا شکار ہیں، مسلمانوں کا پورا ماضی اسکی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ چنانچہ اگر اس صورتحال کا تدارک مقصود ہے تو سرمایۂ ملت یعنی نوجوانوں سے رابطہ اور اصلاحِ احوال ایک بدیہی امر ہے اور اس کیلئے سکولوں، کالجوں سے بہتر کوئی جگہ نہیں۔ آپ فرماتے تھے کہ میرے گھر کو آگ لگی ہے اور مجھے اپنے گھر کو بچانا ہے۔ چنانچہ اس میدان میں قدم رکھا۔ نیز قدرت آپ سے اشاعتِ شریعت و طریقت کا جو عظیم الشان کام لینا چاہتی تھی، اس کیلئے ضروری تھا کہ دنیاوی مصروفیات آڑے نہ آئیں اور آپ مکمل دلجمعی کے ساتھ قدرت کی طرف سے ودیعت کردہ اپنے مشن کو جاری وساری رکھ سکیں۔ چنانچہ آپ کے نزدیک اس شعبے سے بہتر کوئی اور شعبہ نہ تھا جس میں دینی سرگرمیوں کیلئے خاصا وقت دستیاب ہو جاتا ہے۔

اس عرصے کو آپ نے کیسے گذارا: آیئے آپ ہی کی زبانی سنئے:

''۳ جنوری ۱۹۶۲ء کو میری گورنمنٹ سروس کا آغاز ہوا اور یکم جنوری ۲۰۰۰ء کو انجام۔ اس طویل عرصے کو میں نے کیسے گزارا، ان تعلیمی اداروں میں جا کر پوچھ لیجئے جہاں میں نے تدریسی فرائض انجام دیئے اور ان شہروں اور قصبوں کے باسیوں سے پوچھ لیجئے، جہاں میں نے جلسوں جلوسوں میں حصہ لیا۔ کوئی جمہوری حکومت یا مارشل لاء مجھے حق بیانی سے نہ روک سکا اور کسی باطل کے سامنے مجھے جھکنے پر مجبور نہ کیا۔ مجھے ہیڈ ماسٹروں، پرنسپلوں، ڈائریکٹروں، انسپکٹروں اور سیکرٹریوں کا کوئی خوف دامن گیر نہ ہوا۔ مگر اس میں میری بہادری نہیں تھی .... میرے محافظ، میرے وارث اور میرے مربی (حضور نقشِ لاثانی) نے ہمیشہ

میری آبرو کی حفاظت کی"

آج کوئی بھی شکر گڑھ آ کر دیکھ لے۔ اذان کے وقت پورا شہر درود و سلام کی دلنواز صداؤں سے گونج رہا ہوتا ہے۔ مگر جب حضور مفکرِ اسلام علیہ الرحمہ ۱۹۶۱ء میں یہاں بسلسلہ ملازمت آئے تو صورت حال بالکل مختلف تھی۔ یہاں کی مساجد اکثر و بیشتر سنی حضرات کی تھیں مگر ان پر قبضہ 'قبضہ گروپ' کا تھا۔ سارے شہر میں گھوم پھر کر ایک مسجد ایسی نہیں ملتی تھی جس کا امام صحیح العقیدہ سنی ہو۔ بڑی پریشانی تھی۔ ایک دفعہ قیوم زمانی حضور نقش لاثانی علیہ الرحمہ موضع فتو چک میں تھے۔ آپ نے (شکر گڑھ کا) یہی رونا رویا تو ارشاد ہوا' کام شروع کر دیں، میں نے جو کہا، اللہ آپ کے ساتھ ہے، اللہ کا رسول ﷺ آپ کے ساتھ ہے۔ اللہ کے ولی آپ کے ساتھ ہیں اور میں آپ کے ساتھ ہوں' یہ فرمان عالیشان سن کر آپ کے دل کو نہایت سکون ملا۔ صبح شکر گڑھ تشریف لائے اور صبح انقلاب کی جستجو میں لگ گئے۔ چند ہفتوں بعد حضرت مولانا ابو محمد محمد عبد الرشید قادری رضوی علیہ الرحمہ بھی تشریف لے آئے اور پھر وہ کچھ ہو کے رہا جو شیخ کریم کی زبان مبارک سے نکلا تھا۔ آج پورے شکر گڑھ شہر میں سنیت کو مقدم اور باوقار مقام حاصل ہے تو یہ آپ ہی کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے اور فضا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم کے معطر نعروں سے گونج رہی ہے تو آپ ہی کے دم قدم سے ایسا ممکن ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ بالخصوص شہر شکر گڑھ اور بالعموم دیگر بڑے شہروں میں آج جو دینی و روحانی انقلاب پیدا ہوا، عشاقِ مصطفیٰ کی ایک بڑی جماعت تیار ہوئی، عوام الناس میں ملی و قومی غیرت پروان چڑھی، ان سب کی گردنوں پر حضور مفکرِ اسلام علیہ الرحمہ کا بار منت ہے۔ اگر آپ فکری و روحانی انحطاط کے اس تاریک دور میں اور بدعقیدگی و بے حسی کے اس طوفان میں جہاد نہ فرماتے اور احقاقِ حق کے سلسلے میں ایڑی چوٹی کا زور نہ لگاتے تو آج صورتحال یکسر مختلف ہوتی اور بالخصوص بدعقیدگی کا سانپ کب کا اپنا زہر قوم کی رگوں میں مکمل طور پر پھیلا چکا ہوتا۔ قیامت تک آنے والی نسلیں اس ضمن میں آپ کے زیرِ بار رہیں گی اور آپ کو خراج تحسین پیش کرتی رہیں گی۔

اب آیئے ان واقعات و تفصیلات کی طرف، جو آپ کے عرصہ تدریس سے متعلق ہیں۔

(نوٹ: یہاں زیادہ تر ان واقعات کو قلمبند کیا جائے گا جن سے مختلف طبقہ ہائے فکر کو سمجھنے کا موقع ملے گا نیز اصلاح احوال کے سلسلہ میں حضور مفکرِ اسلام کی تڑپ کی جھلک نظر آئے گی۔ یہ بھی یاد رہے کہ واقعات کی ترتیب میں سن عیسوی کا لحاظ رکھا گیا ہے۔)

☆...... مئی ۱۹۶۳ء میں آپ کا تبادلہ گورنمنٹ ہائی سکول چک ڈی بی/۱۱ے تحصیل منڈی یزمان ضلع بہاولپور میں ہوا۔ سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب نہایت عابد و زاہد اور صحیح العقیدہ تھے۔ ان سے آپ کی پہلی ملاقات ہوئی تو عقیدہ دریافت کرنے کیلئے انہوں نے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ آپ نے بغیر کسی مصلحت کے صاف صاف کہہ دیا کہ جن لوگوں نے 'مولوی' بن کر حضور پرنور ﷺ کی گستاخی کو اپنی زندگی دوروزہ کا مقصدِ وحید بنا لیا، ملت کے انتشار کا سبب بن گئے اور آج قوم اتفاق و اتحاد سے جتنی دور ہے سب انہیں لوگوں کی وجہ سے ہے۔ بات لمبی ہو گئی تو سکول کے عربی کے استاد مولانا محمد یعقوب صاحب جن کا تعلق جمعیت علمائے اسلام سے تھا، بھی آ گئے۔ دخل اندازی کرتے ہوئے وہ بولے:

"قاری محمد طیب صاحب (ممتاز دیوبندی عالم) نے کیا خوب لکھا ہے کہ یہ لوگ کسی کا زہد و عبادت نہیں دیکھتے، تبلیغ اسلام کی خاطر کسی کی محنت شاقہ پر ان کی نظر نہیں جاتی، چھ سات سو صفحات پر مشتمل کتاب میں سے ایک دو فقرے نکال لیتے ہیں اور اس پر کفر کا فتویٰ لگا دیتے ہیں"

آپ نے جواباً فرمایا "ہاں قاری صاحب کا یہی معیار ہو گا، مگر اللہ نے ہمیں یہ معیار نہیں بتایا، اس نے وضاحت سے فرما دیا ہے کہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○ (الحجرات ...... ۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔ (کنزالایمان)

فرمائیے اللہ کے فیصلے کے مقابلے میں قاری طیب کا فیصلہ کیا حیثیت رکھتا ہے۔"

مولینا محمد یعقوب صاحب جامعہ عباسیہ بہاولپور سے فارغ ہونے کے علاوہ حافظ قرآن بھی تھے۔ انہوں نے آپکی بات کا جواب نہ دیا، البتہ یہ کہا کہ اس آیت میں یا ایھا الذین امنوا نہیں ہے۔ آپ نے اصرار کیا کہ ہے، وہ انکار کرتے رہے، آخر کار قرآن پاک منگوایا گیا تو ان کی حیرت کی کوئی حد نہ رہی جب انہیں اس میں بھی انکی خواہش اور علم کے خلاف یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مل گیا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ "بات یہ ہے کہ یہ الفاظ اگر نہ بھی ہوتے تو باقی آیت پر تو ان کا ایمان تھا ہی، اس سے انہوں نے کیا نتیجہ نکالا اور اس معیار کو سمجھنے کی بجائے وہ قاری طیب کے معیار کو کیوں اپنائے رہے۔ وہ جاہل نہیں تھے، قرآن پاک کا ترجمہ اور تفسیر پڑھتے پڑھاتے تھے۔ اس علاقے میں ان کا مدرسہ پندرہ سال سے چل رہا تھا۔ فرمائیے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اپنے گرو گھنٹال کی بات ماننا کیا شرک نہیں ہے"

☆...... یہی مولینا محمد یعقوب اس واقعے سے ذہنی طور پر بہت پریشان ہو گئے تھے۔ ایک دن اتوار کو حضور مفکرِ اسلام علیہ الرحمہ چارپائی پر آنکھیں بند کئے ہوئے ہاسٹل میں لیٹے تھے کہ جماعت اسلامی کے چند اساتذہ نے مولوی صاحب کو چھیڑ دیا۔ ان دنوں مولوی غلام غوث ہزاروی جو جمعیت علمائے اسلام کے مرکزی رہنما تھے، مولانا مودودی کے خلاف بہت کچھ لکھتے تھے اور بعض دفع نہایت سخت زبان استعمال کرتے تھے۔ ان اساتذہ کا کہنا تھا کہ مولانا مودودی آخر عالم دین ہیں انہیں تحقیر کے انداز میں منشی کہنا مناسب نہیں۔ مولانا مودودی انہیں منشی کے کئی معنی بتا کر مطمئن کرنا چاہتے تھے۔ آخر ایک گھنٹے کی بحث کے بعد مولانا مان گئے کہ منشی کا لفظ واقعی سخت ہے اور انہیں یہ لفظ مولانا مودودی جیسے عالم کے لئے استعمال نہیں کرنا چاہئے۔ آپ یہ ساری بحث سن رہے تھے، اب جب مولوی صاحب مان گئے تو آپ اٹھے اور اٹھ کر فرمایا:

"اسی قسم کا اختلاف ہمیں بھی علمائے دیوبند سے ہے۔ یہ لوگ حضور پرنور ﷺ کی شان وعظمت کے خلاف بہت جری واقع ہوئے ہیں۔ پہلے قرآن پاک سے دیکھ لیں کہ حضور پرنور ﷺ کے ذکر میں الفاظ کس محتاط انداز سے استعمال ہونے چاہئیں۔ چنانچہ عام تفاسیر میں لکھا ہے کہ حضور پرنور ﷺ اگرچہ خطبہ ٹھہر ٹھہر کر دیتے تھے اور کوئی ارشاد مبہم نہیں ہوتا تھا، پھر بھی بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کسی ایک آدھ جملے کے وقت کسی وجہ سے توجہ نہ دے سکتے تو حضور ﷺ سے عرض کرتے رَاعِنَا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ (یعنی یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ہماری رعایت فرمادیجئے) یہودی منافق جو اس مجلس میں ہوتے، اس سے ناجائز فائدہ اٹھاتے، راعنا کو ذرا لمبا کر کے راعینا (اے ہمارے چرواہے) بنا دیتے اور یوں توہین کے ناپاک جذبے کی تسکین کر لیتے۔ اللہ کریم نے اس کا سدباب یوں کیا کہ راعنا کہنے پر ہی پابندی لگا دی اور حکم دیا کہ آئندہ انظرنا یا رسول اللہ (ہم پر نظر رکھئے یارسول اللہ) کہو۔ ارشاد عالی یوں ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (البقرہ:۱۰۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کیلئے دردناک عذاب ہے۔ (کنزالایمان)

اس واقعہ پر غور فرمائیے، مسلمانوں کو ایسا لفظ کہنے سے ممانعت کر دی گئی جس سے تھوڑی سی تبدیلی کر کے گستاخی کی صورت پیدا ہو سکے۔ نیز انہیں ہدایت کر دی کہ آئندہ خوب غور سے سنا کریں تاکہ دوبارہ اعادہ کرانے کی ضرورت نہ پڑے۔ نیز یہ بھی سوچئے کہ اس آیت میں کافروں سے مراد کون ہیں، یقیناً وہی جو حضور ﷺ کے گستاخ ہیں"

اس پس منظر کے بعد آپ نے علماءِ دیوبند کی چند گستاخانہ عبارات ان کے سامنے رکھیں (مثلاً اشرفعلی تھانوی نے 'حفظ الایمان' میں

حضورﷺ کے علم غیب کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اور خلیل احمد انبیٹھوی نے 'براہین قاطعہ' میں جو کچھ تحریر کیا ہے) سب لوگوں نے بیک زبان آپ کی تائید کی اور مولوی یعقوب کو خاموش ہونا پڑا۔

☆...... ۱۹۶۳ء ہی میں جبکہ نور پور نورنگا میں تھے، وہاں ایک چیئرمین کا دیوبندی بیٹا جو آپ سے گہری عقیدت رکھتا تھا، ایک دن آکر کہنے لگا، دیکھئے اللہ کریم نے قرآن میں صاف ارشاد فرمایا قُل اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثلُکُم .... تو معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ہماری طرح بشر تھے (نعوذ باللہ) آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ انسانی دل زیادہ سخت ہے یا پہاڑ، کہنے لگا کہ ظاہر ہے پہاڑ۔ آپ نے سورہ حشر کے آخری رکوع کی آیت سنائی۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۔ (الحشر ۔۲۱)

ترجمہ: اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور تو اسے دیکھتا جھکا ہوا پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف سے۔ (کنزالایمان)

پھر فرمایا، یہ قرآن کس پر نازل ہوا، اس نے عرض کی، 'حضور علیہ السلام پر' فرمایا 'جو قرآن کے نازل ہونے کی جگہ ہیں، وہ عام بشر کس طرح ہو سکتے ہیں'۔ (آپ نے مزید دلائل بھی دیئے) تب وہ کہنے لگا کہ بڑے بڑے مولویوں اور عالموں کے پاس گیا ہوں، لیکن جس انداز سے آپ نے سمجھایا ہے وہ کسی نے نہیں سمجھایا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا (کہ میں تمہاری مثل بشر ہوں) عاجزی تھا۔ کیونکہ آپ ﷺ سید المتواضعین بھی تو ہیں۔

نیز حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی، 'رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ' ۔ اب کوئی اور کہے کہ جی آدم علیہ السلام ظالم تھے (نعوذ باللہ) تو وہ کافر ہو جائے گا۔ اسی طرح حضرت یونس علیہ السلام نے دعا مانگی 'لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ'، اب اگر کوئی آکر یہ کہے کہ جی وہ ظالم تھے تو کفر ہو گیا، معلوم ہوا کہ نبی تو اس طرح کے کلمات کہتے ہی ہیں، عاجزی کے طور پر، امت کو یہ جائز نہیں کہ وہ بھی کہنے لگے۔

☆...... حضور مفکرِ اسلام علیہ الرحمہ سرکاری ملازمت کے سلسلے میں ۱۹۶۶ء تا ۱۹۶۸ء گورنمنٹ ہائی سکول علی پور چٹھہ میں فرائض تدریس سرانجام دیتے رہے، یہیں رأس العلماء، فخر النقباء حضرت قبلہ حافظ محمد سعید صاحب خطیب اعظم علی پور چٹھہ سے ملاقات رہی اور انہیں کے توسط سے حضرت کیلیانوالہ میں حاضری ہوتی رہی۔ اس دور میں متعدد علمی شخصیات کے ساتھ ملاقات رہی تا ہم شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد نواز نقشبندی علیہ الرحمہ (وصال: ۱۴۔ اکتوبر ۲۰۰۰ء) جو فخر نقشبندیہ حضرت پیر سید نور الحسن شاہ صاحب (حضرت کیلیانوالہ) قدس سرہ کے مرید صادق، محدث اعظم حضرت مولانا محمد سردار احمد صاحب (فیصل آبادی) کے شاگرد رشید اور پیکرِ علم و عرفان حضرت پیر سید جلال الدین شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے ہم سبق تھے، کا ذکر بہت محبت سے کرتے تھے ان کے وصال کے موقع پر فرمایا:

''مولانا علم وفضل ہی کے ذروۂ علیا پر فائز نہیں تھے، عمل و کردار میں بھی بلندیوں کو چھو رہے تھے''

☆...... حضور مفکرِ اسلام علیہ الرحمہ ۱۹۶۸ء سے ہمیشہ موسم گرما کی تعطیلات اپنے آستانے علی پور سیداں شریف پر شیخ کامل علیہ الرحمہ کی خدمت میں گزارتے رہے۔ (باقی دنوں میں بھی کثرت کے ساتھ حاضری کا معمول تھا۔ پھر یہ معمول روزانہ حاضری کی شکل اختیار کر گیا)

ان دنوں بظاہر حضور نقش لاثانی علیہ الرحمہ کے فرزند اصغر عارف حقانی، خورشید عرفانی حضرت پیر سید محمد اسماعیل شاہ صاحب مدظلہ کی تعلیم و تدریس مقصود ہوتی مگر بباطن اور کئی عنایات سے آپ نوازے جاتے۔ تعطیلات کے اختتام پر اور یونہی دوسرے مواقع پر شیخ کریم آپ کو قیمتی خلعتوں کے علاوہ نقد رقم بھی عطا فرماتے تھے۔ آپ بطور تبرک انہیں گھر میں بڑی حفاظت سے رکھ لیتے۔

دسمبر ۱۹۷۱ء کی جنگ میں شکر گڑھ کا علاقہ بہت متاثر ہوا۔ آپ کا گاؤں تو ابتدائی دنوں میں ہی بھارتی قبضے میں آچکا تھا۔ آپ اہل خانہ

سمیت شکر گڑھ میں مقیم تھے اور شیخ کی اجازت کے بغیر نکلنے کو تیار نہیں تھے۔ چنانچہ ایک دن درباری نعت خواں جناب صوفی محمد حسین صاحب (ٹرپی والے) نے شہنشاہِ ولایت کا فرمان پہنچا دیا کہ ”گھر والوں کو کسی محفوظ جگہ بھیج دو“ اگلی صبح انہیں بس پر بٹھانے کا پروگرام بنایا تو کوئی رقم پاس نہیں تھی کہ کرایہ ادا کیا جاتا اور کسی سے قرض لینے کی صورت نہ تھی کہ سبھی جا چکے تھے پھر کرائے بہت زیادہ بڑھ گئے تھے۔ مجبوراً حضور کا جمع کردہ عطیہ ہی استعمال کرنا پڑا۔ حیرت یہ ہوئی کہ موضع بندو کے ضلع شیخوپورہ تک پہنچنے کا جو کرایہ بنتا تھا، یہ رقم بالکل اسی کے برابر تھی۔ دوسری عجیب بات یہ تھی کہ شکر گڑھ سے بسوں کے چلنے کا یہ آخری دن تھا۔ چنانچہ آپ اور نواب چوہدری فقیر محمد مرحوم اگلے دن گھوڑی پر علی پور شریف کی طرف روانہ ہوئے اور کئی منزلوں میں یہ مقدس سفر طے ہوا۔ جب ۱۹۷۱ء کی جنگ چھڑی تو آپ شکر گڑھ میں تھے (جیسا کہ اوپر ذکر ہوا) اس کے نتیجے میں بہت سے لوگ شہر اور علاقے سے نکل گئے اور جہاں انہیں پناہ ملی چلے گئے۔ چند فیصد لوگ ہی باقی رہ گئے کہ عید میلاد النبی ﷺ بھی قریب آگئی۔ (کائنات کے اس عظیم ترین دن کو منانا آپ کو کائنات کی ہر شے سے عزیز تر تھا اور اس کا ترک کسی حال میں روا نہ تھا)

شکر گڑھ کے اہلِ مزارات میں سے ایک حضرت ہیں قطب شاہ ولی قدس سرہٗ۔ چونکہ آپ کے پاس دنیاوی اسباب میں سے کچھ نہ تھا کیونکہ آپ کا گاؤں (پھگواڑی) دشمن کے قبضے میں آچکا تھا اور دوست احباب بھی انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے اور سب کے سب مفلوک الحال، تو آپ حضرت قطب شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پرانوار پر گئے اور عرض کی 'حضور یہ شہر میرا نہیں آپ کا ہے، میلاد النبی ﷺ کا دن بالکل قریب ہے۔ اس کا اہتمام آپ کے ذمے ہے' (آپ نے پریشانی میں یہاں تک کہہ دیا کہ میں یہاں کا ٹھیکیدار نہیں اور آپ شہر کے مالک ہیں)۔ سکول ہاسٹل میں آ کر اپنے کمرے کو دیکھا تو گذشتہ سال کے بتیس اشتہار موجود تھے۔ انہیں سے کام چلایا۔ دن آیا تو حضرت قطب شاہ ولی علیہ الرحمہ کے تصرفات کے جلوے ہر طرف نظر آ رہے تھے۔ کہاں شکر گڑھ بلکہ علاقے کی ویرانی اور کہاں شرکائے جلوس کی یہ کثرت۔ یعنی آپ کی دینی غیرت اور صاحب مزار کا روحانی تصرف اپنا آپ دکھا رہا تھا۔

(آپ ان صاحب مزار کے بارے میں فرماتے تھے کہ کوئی دیکھنے والی آنکھ ہو تو اسے معلوم ہو کہ آج بھی یہ علاقے کے بادشاہ ہیں۔ راقم الحروف سگ بارگاہ کچھ عرصہ صبح کی سیر کیلئے جایا کرتا تھا تو بابا قطب شاہ ولی علیہ الرحمہ کے مزار پر بھی حاضری شروع کر دی۔ چند دن گذرے تھے کہ ایک دن مزار سے نکل کر سڑک پر آیا تو حضور قبلہ عالم گذر رہے تھے۔ دست بوسی کی تو فرمانے لگے کدھر سے آئے ہو؟ عرض کی حضور مزار پر حاضری دے کر۔ آپ خوش ہوئے اور فرمایا کہ 'صرف دو ماہ حاضری دو، پھر دیکھنا کیسی عنایات ہوتی ہیں' مگر افسوس بعض مجبوریوں کے سبب یہ حاضری موقوف ہوگئی۔)

☆...... آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرے محسن و مربی، ولی نعمت حضور نقش لاثانی علیہ الرحمہ نے ہمیشہ میری آبرو کی حفاظت کی۔ اس ضمن میں ایک واقعہ متعدد مرتبہ سننے کا شرف حاصل ہوا۔

”۱۹۷۶ء کی بات ہے حضور نقش لاثانی اپنے سگ بارگاہ کو حج و زیارت کے سفر پر ساتھ لے جا رہے تھے۔ حرمین شریفین کی طرف پرواز کرنے میں ایک دو دن ہی رہ گئے تھے۔ مجھے والدہ ماجدہ کی خدمت میں سلام عرض کرنے کیلئے میرے گاؤں پھگواڑی تحصیل شکر گڑھ روانہ فرمانے لگے۔ مکرر ارشاد ہوا، 'چوہدری انور عزیز (جو متعدد بار ایم این اے اور وفاقی وزیر رہے نیز آپ کے پیر بھائی بھی تھے) کو پیغام دینا تھا، کون دے گا'۔ میں نے عرض کیا، حضور غلام حاضر ہے، شکر گڑھ میں چوہدری صاحب سے مل کر عرض کر دوں گا۔ (بعد میں جب حاضرِ بارگاہ ہوا اور تعمیل حکم کی رپورٹ پیش کی تو) فرمایا 'کیا تو چوہدری سے بولتا ہے' (کیونکہ کافی عرصہ پہلے سے میں ان سے ناراض تھا) میں نے عرض کیا، حضور بولتا ہوں۔ فرمایا پہلے کس نے بلایا تھا، تو نے یا چودھری نے۔ میں نے کہا چودھری صاحب نے۔ پھر فرمایا تو نے تو پہلے نہیں بلایا، عرض کیا 'نہیں حضور'۔ فرمایا، کیا واقعی[1] تو نے پہلے

....

[1] حاجی شوکت علی صاحب "لاثانی بک اینڈ کمپوزنگ سنٹر شکر گڑھ" والوں کے بقول حضور نقش لاثانی علیہ الرحمہ آپ کو 'تو' کہہ کر مخاطب نہیں کرتے تھے، آپ بطور عاجزی اپنے لئے 'تو' کا لفظ استعمال کرتے تھے

نہیں بلایا۔ عرض کیا نہیں حضور، فرمایا خدا کا شکر ہے، خدا کا شکر ہے، خدا کا شکر ہے۔

مولا کی لاکھوں رحمتیں لاثانی پیر پر ۔۔۔ جس نے نگاہ رکھی ہے میرے ضمیر پر

فرمایئے! جسے تربیت کرنے والا اور ایمان و آبرو کی حفاظت کرنے والا ایسا پیر مل جائے، اسے دنیا میں اور کیا چاہیے۔

اب پیغام سنئے، فرمایا "حاجی غلام رسول آف لیسر کو ساتھ لے جا۔ چودھری سے کہنا، اس غریب آدمی نے بڑی تگ و دو سے حج کی رقم جمع کی ہے (جبکہ حاجی ایک دو ہفتے سے جانا شروع ہو گئے ہیں) اس کے حج کا بندوبست کر سکتے ہو تو کرو ورنہ صاف جواب دے دو، میں خود کرلوں گا"۔ میں دین پور آیا۔ چودھری صاحب چودھریوں کے مجمع میں بیٹھے ہوئے تھے، میں نے مسجد میں ٹھہر کر کسی کو بھیجا تو چودھری سراپا ادب بن کر تشریف لائے اور نہایت نیاز مندی سے ذمہ داری لے کر چلے گئے"

☆...... جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ میں فارسی کے ایک غیر مقلد لیکچرار ہوتے تھے۔ جو بعد میں پرنسپل کے عہدے سے ریٹائرڈ ہوئے۔ بات کرتے تو اکثر نبی کریم ﷺ کے کمالات پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرتے (العیاذ باللہ)۔ ایک دن دوران بحث آپ نے بات کاٹتے ہوئے پوچھ ہی لیا

"آپ کے پاس بڑی لمبی فہرست ہے کہ حضور ﷺ میں (معاذ اللہ) فلاں فلاں کمال نہیں تھا۔ کیا آپ کی نظر میں کوئی کمال تھا بھی؟" کہنے لگے "ہاں کمال بھی تھے" آپ نے فرمایا "کیا کبھی آپ نے بیان بھی کئے ہیں" کہنے لگے "ہاں! کرتے ہیں"۔ آپ نے فرمایا "اچھا پھر اب کر کے دکھائیں"۔ (یعنی کسی کمال کا ذکر)۔ پھر دیکھنے، سننے والے اس وقت ورطۂ حیرت میں کھو گئے جب پروفیسر صاحب جو بڑے بڑے علماء کو بزعمِ خود خاطر میں نہیں لاتے تھے، مہر بلب ہو گئے اور ایک جملہ بھی ان کی زبان باطل ترجمان سے ادا نہ ہوا۔

☆...... حضور مفکرِ اسلام رحمہ اللہ علیہ کا اندازِ تدریس اور مقصدِ تدریس کیا تھا۔ اسے سمجھنے کے لئے عالمِ بے بدل علامہ شبیر احمد صاحب جن کا تعلق سیالکوٹ سے ہے اور بھیرہ شریف سے فارغ التحصیل ہیں، کا بیان پڑھئے:

"آج میں جس مقام پر ہوں یہ حضور مفکر اسلام (علیہ الرحمہ) کی نگاہ و کرم کا فیض ہے۔ مجھے پہلی مرتبہ آپ سے ملاقات کا شرف اپنے دوست کے توسل سے اس وقت ہوا، جب میں فرسٹ ایئر کا طالب علم تھا اور میرا دوست سیکنڈ ایئر کا۔ اس دن میں اپنے دوست کے اصرار پر اس کی معیت میں اس کی کلاس میں اردو کے پیریڈ میں گیا کیونکہ اس نے کہا تھا کہ ان کا استاد ایک باکمال شخصیت ہے۔ چنانچہ کلاس روم میں پہنچا تو سامنے کھڑے پروفیسر صاحب کو دیکھ کر طبیعت میں ایک انوکھا سا چین محسوس ہوا۔ اس کے بعد آپ کی محبت و شفقت اور آپ کے اندازِ تعلم نے مجھے فرسٹ ائیر کے پیریڈ میں نہ جانے دیا بلکہ پورا سال میں آپ کے زیرِ سایہ سیکنڈ ائیر کی کلاس میں ہی اردو کا پیریڈ پڑھتا رہا۔ آپ کی محبتوں، عنایتوں، شفقتوں میں اضافہ ہوتا گیا اور مجھ جیسے گنہگار کی زندگی کو یکسر بدل کر رکھ دیا۔ ایف اے کا امتحان دیا تو مجھے بھیرہ شریف پڑھنے کے لئے بھیج دیا۔ چنانچہ آج میرے چہرے پر سنتِ رسول اور میرے دل میں اگر محبتِ رسول ہے اور مجھے دین کی کوئی سمجھ بوجھ ہے تو سب آپ ہی کی تربیت کا اثر ہے"

☆...... مفتی ابن مفتی، مناظر ابنِ مناظر حضرت علامہ شفقات احمد صاحب نقشبندی فرماتے ہیں:

"مجھے تین سال آپ کے زیرِ سایہ رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ جس بنا پر مجھے آپ کی شخصیت کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ آپ تقویٰ کے انتہائی اعلیٰ درجے پر فائز تھے۔ آپ ہر نماز تازہ وضو ہی سے نہیں بلکہ تازہ غسل سے پڑھا کرتے تھے۔ میں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن میری امت کے وضو کے اعضاء چمکتے ہوں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا پورا جسم ہی چمکتا ہو۔ اور آپ نے کبھی بے وضو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب اکرم ﷺ کا نام مبارک نہیں لیا"

☆...... جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ کی مسجد میں محفلِ میلاد کا انعقاد ہوتا تھا، کبھی مہینوں میں کبھی دو چار مہینے میں ایک بار۔ ۱۹۸۲ء میں کالج یونین کے انتخابات میں ایسے نوجوان کامیاب ہوئے جنہیں میلاد کی محفل پسند نہیں تھی۔ پرنسپل صاحب نے ایک طالب علم کی درخواست پر اجازت دے دی

مگر بعد میں یونین کے زیر اثر مکر گئے اور درخواست گزار سے صاف صاف کہہ دیا کہ پہلے یونین والوں کو مناؤ، پھر محفل میلاد ہوگی۔ مگر وہ ماننے والے تھے ہی نہیں۔ پرنسپل صاحب نے پہلے جو وعدہ کیا تھا اس کے مطابق ہفتے کے دن یہ محفل ہوتی۔ وہ دن آیا تو صبح اسمبلی میں ایک بڑے عالم دیوبند کی اقتدا میں جناح پارک میں بارش کے لئے نماز استسقاء پڑھنے کا اعلان کیا گیا۔ چنانچہ اساتذہ اور طلبہ میں وہ سب لوگ جو ذکر نبی ﷺ روکنا چاہتے تھے، مسرور و مطمئن تھے جبکہ آپ سخت پریشان۔ حالانکہ اس وقت محفل میلاد کا مطالبہ نہ آپ نے کیا تھا اور نہ آپ سے پوچھ کر کیا گیا تھا۔ پریشانی صرف یہ تھی کہ آپ سمجھتے تھے کہ میرے گردوپیش میں ذکر نبی ﷺ روکنے کی سازش کامیاب ہوجائے تو پھر تو جینا فضول ہے۔

ان دنوں آپ ہر روز دربار شریف حاضری دیتے تھے۔ اتفاق سے آپ کے پیر بھائی غلام سرور گھمن (پرنسپل لاثانی آئیڈیل کالج شکر گڑھ) بھی اپنے سکوٹر پر کالج آگئے۔ آپ انہی کے ساتھ ازحد دل گرفتہ حالت میں حضور نقش لاثانی علیہ الرحمہ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوگئے۔ رات تو کچھ عرض نہ کیا البتہ صبح تہجد کے وقت حسب معمول حاضر ہوئے۔ اس وقت حضور نفل پڑھ کر اپنی مبارک چارپائی پر جلوہ فرما تھے۔ چند خدام بھی حجرہ مقدسہ میں موجود تھے۔ آپ نے داخل ہوتے ہی حضور کا ایک جوتا اپنے سر پر رکھ لیا۔ انہوں نے فرمایا "ہیں، ہیں یہ کیا؟" آپ نے عرض کیا "یہ میرے لئے تاج ہے اور یہاں کے کتوں کا ادب کروں، یہ میری سعادت ہے مگر جس ماحول میں آپ نے مجھے رکھا ہے وہاں محفل میلاد شریف روک دی جائے یہ میرے لئے موت سے بدتر ہے۔ اس لئے آج یا تو محفل میلاد کے انعقاد کیلئے دعا کریں یا میری موت کی" حضور نے فرمایا "محفل میلاد کراؤ دیکھیں کون روکتا ہے؟" پھر عرض کیا "میں نے دوسرے مخصوص اساتذہ کی طرح کبھی کالج کے معاملات میں بھی دخل نہیں لیا اور طلبہ سے بھی عموماً رابطہ پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی، کم از کم حضور اکرم ﷺ کے ذکر پر تو پابندی نہ ہو۔"

کالج تشریف لائے تو یوں محسوس ہوا جیسے خوف وہراس یہاں سے ختم ہوگیا ہے اور درودیوار مسکرا رہے ہیں، کلاس کے دوران آپ نے طلبہ سے پوچھا "کیا تمہیں میں نے کبھی کسی کو ووٹ دینے کیلئے کہا؟" بولے "نہیں"، پوچھا "کیا اگر میں دخل لیتا تو کم از کم اسی فیصد ووٹ میرے کہنے پر نہ ڈالے جاتے" بولے "ضرور" پھر فرمایا "اب پانی سر سے گزر گیا ہے، لوگوں نے محفل میلاد روکنے کی کوشش کی ہے، مجھے جہاں سے منظوری لینی تھی، لے آیا ہوں۔ تمہارا کیا خیال ہے؟" بولے "ہوگی اور ضرور ہوگی"۔ دوسری کلاس میں آپ تشریف لے گئے تو وہاں بھی یہی سوال و جواب ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کچھ اساتذہ تو ان نوجوانوں کے گائڈ تھے، اکثر اساتذہ محتاط و پریشان حتیٰ کہ پرنسپل صاحب بے اختیار ہو کے رہ گئے تھے۔ ان کے دفتر میں بعض بعض کو پیٹتے مگر پوچھنے والا بلکہ چھڑانے والا کوئی نہ تھا۔ اس صورتحال میں عام طلبہ کا جو حال ہوسکتا ہے، خود اندازہ کیجئے۔ آج طلبہ نے یوں للکار کر آپ کی تائید کی تو گویا نگاہ مرد مومن سے تقدیریں بدل گئی تھیں۔

طلباء سے فارغ ہو کر آپ پروفیسر غلام عباس قریشی شہید سے ملے۔ یہ صاحب یوں لگتا تھا جیسے مٹی کے نہیں ایمان کے بنے ہوئے تھے۔ کہا کرتے تھے "دعا حضرت صاحب (حضور نقشِ لاثانی قدس سرہ) سے کرا آیا کریں پھر مجھے بتا دیا کریں، یہ نہ سوچا کریں کہ کام کیسے ہوگا"۔ آپ نے ان سے ساری روداد بیان کی، سنتے ہی گرم ہوگئے۔ ادھر پرنسپل صاحب کو کلاس کی کارروائی معلوم ہوچکی تھی، انہوں نے قریشی صاحب کو بلا کر گویا شکایت کی۔ قریشی صاحب اپنے عاشقانہ و مجاہدانہ انداز میں ان کے پیچھے پڑگئے۔ آخر ایک گھنٹے کے سرد و گرم (ایک طرف سے سرد، دوسری طرف سے گرم) مذاکرے کے بعد پرنسپل صاحب نے دوبارہ محفل میلاد منعقد کرنے کا وعدہ کرلیا۔ ہاں وقت ٹالنے کے لئے یہ بہانہ کیا کہ محفلِ میلاد نہایت شان وشوکت سے منائی جائے گی، اس کے لئے دعوت نامے شائع کیے جائیں گے اور معززین بلائے جائیں گے ایک دوبار تاریخ کا تعین کر کے پھر ملتوی کردیتے۔ آخر ایک دن حضور فرمانے لگے "اس جمعرات کو محفل کرالینا"۔ آپ نے کالج میں اعلان کردیا، قریشی صاحب اور طلباء سے بھی فرما دیا کہ حضور نے یہ دن مقرر فرمایا ہے، اسے ملتوی نہیں کیا جائے گا (انشاء اللہ تعالیٰ)۔ اگلے روز دربار شریف صاحبزادہ سعید الرشید عباسی سلام کرنے آئے تو انہیں بھی محفل میلاد میں خطاب کرنے کی دعوت دے دی۔

مقررہ تاریخ آئی تو آپ نے اپنے بھانجے (اور موجودہ سجادہ نشین) صاحبزادہ محمد عطاء الحق صاحب کو اور ایک عزیز جناب محمد نسیم قمر کو صبح کالج لگتے ہی مسجد میں بھیج دیا کہ صفیں درست کریں اور لاؤڈ اسپیکر کو ٹیسٹ اور سیٹ کریں۔ موسم ابر آلود تھا اور دن بھی جمعرات کا، جب کالج میں حاضری اکثر کم ہوتی تھی۔ مگر آج طلبہ کالج کے لئے نہیں ذکر حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے دور و نزدیک سے آئے تھے۔

تلاوت و نعت کے ساتھ آغاز ہوا اور جید علماء نے جی کھول کر فضائل سرکار مدینہ ﷺ بیان کئے۔ عباسی صاحب کی تقریر جانِ تقریب تھی۔ آپ نے اسی روز دربار شریف سے آتے ہوئے بس میں چند شعر موقع کی مناسبت سے موزوں کئے تھے جو محفل میں سنائے گئے۔ ان اشعار نے مجمع پر وجد طاری کر دیا۔ چند یہ ہیں:

جگمگ جگمگ ساری محفل ذکرِ نبی ﷺ کی برکت سے!!
آؤ اپنے دامن بھر لو ، عشقِ نبی ﷺ کی دولت سے!
بے اُن کے ہم کچھ بھی نہیں تھے، بے اُن کے ہم کچھ بھی نہیں
سب کچھ پاس ہے ، سب کچھ ہیں ہم، ایک نبی ﷺ کی نسبت سے
عشقِ نبی ﷺ والوں سے پوچھو تخت سے تختہ بہتر ہے
کوئی بڑا اعزاز نہیں ہے ، اس اعزازِ شہادت سے!!
عشقِ نبی ﷺ نے کیا کیا قوت بخشی ہم کمزوروں کو!
بزمِ جہاں میں لوگ ہمارا منہ تکتے ہیں حیرت سے
وقت کے فرعونوں سے کہہ دو جو جی چاہے کر گذرو!
ہم نہ ڈرے ہیں، ہم نہ ڈریں گے طوفانوں کی شدت سے
آسی! ہم نذرِ جاں لے کر سُوئے مدینہ چلتے ہیں
شاہِ لاثانی کا صدقہ کریں قبول وہ رحمت سے

پیچھے ذکر ہوا، جس روز پہلے محفلِ میلاد کا انعقاد ہونا تھا، اسی روز جناح پارک میں نماز استسقاء پڑھی گئی، اور یہ سلسلہ چھ روز جاری رہا۔ اس کا اثر ظاہر یہ تھا کہ بادل صبح سویرے رونما ہوتے تھے، ان کی نماز کے بعد وہ بھی اڑ جاتے تھے۔ نیز اس پس منظر میں کہ ڈیڑھ دو مہینے سے بارش کا انتظار تھا، محفلِ میلاد شریف کے ایک مقرر نے جوش میں کہہ دیا

"اگر ہمارا نبی کریم ﷺ سے غلامانہ ربط ہے تو آج بارش ضرور ہوگی"

تقریب بخیر و عافیت صلوٰۃ و سلام اور تقسیم تبرک پر ختم ہوئی۔ روکنے والے اس دوران بڑے پیچ و تاب کھاتے رہے تھے۔ کوئی آگے بڑھتا، کوئی اسے تھامتا، مگر مسجد ان سے "پاک" رہی۔ انہوں نے پرنسپل صاحب کو بھی دفتر میں دھمکایا مگر ان کا صاف صاف جواب تھا کہ میں کوئی کافر نہیں جو حضور ﷺ کا ذکر روکنے کی کوشش کروں، آپ روک سکتے ہیں تو روک لیں۔

حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ یہاں سے فارغ ہو کر دربار شریف روانہ ہوئے تو راستے میں بارش شروع ہو گئی وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضور نقشِ لاثانی قدس سرہ نے سب درویش اکٹھے کئے، انہیں خوب انعامات سے نوازا اور فرمایا "بارش کے لئے دعا کرو، آج بارش ہونی چاہئے"

چند روز بعد "مانعین" نے سیرت کانفرنس منعقد کرنے کا پروگرام بنالیا۔ گویا یہ ان کی طرف سے جوابی کارروائی تھی۔ مگر تاریخ مقررہ سے دو دن قبل سارے پاکستان میں سٹوڈنٹس یونین پر پابندی لگ گئی۔ مقررہ دن آیا تو کالج ہال پر تالا تھا اور وہ سیرت کانفرنس کرنے کی بجائے ضیاء الحق کو

گالیاں دے رہے تھے۔

تھوڑے عرصے بعد ایک دوسرا انقلاب بھی آگیا۔ ذکرِ نبی ﷺ روکنے والوں کا زور ٹوٹ گیا اور ذکرِ نبی ﷺ کرانے والوں کا غلبہ ہوگیا۔ سچ عرض کیا تھا اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت فاضل بریلوی قدس سرہ القوی نے

مٹ گئے، مٹتے ہیں، مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے، نہ مٹے گا، کبھی چرچا تیرا !!!

یہ واقعہ جہاں مردانِ کامل سے ٹکر لینے والوں اور بالخصوص شاہ کاملاں ﷺ کے ذکرِ نور سے چڑنے والوں کے ہمیشہ خائب وخاسر ہونے کا اعلان کررہا ہے وہاں ہمارے حضور قبلہ عالم کی دینی غیرت وحمیت، عشقِ رسالت اور راہِ حق پہ استقامت جیسے بلند اوصاف کو بھی آشکارا کررہا ہے۔

☆...... 1984/85ء کے لگ بھگ کی بات ہے کہ قلعہ سیالکوٹ کے جناح ہال میں بی اے ایف کی طرف سے ایک محفلِ میلاد کا اہتمام تھا۔ اس میں مختلف مکاتبِ فکر کے علماء مدعو تھے۔ غیر مقلد حضرات کی طرف سے ان کے مشہور لیڈر پروفیسر ساجد میر بھی مقررین میں شامل تھے۔ آپ کے ذمے ان سب تقاریر پر تبصرہ کرنا تھا۔ پروفیسر صاحب نے حضور پرنور ﷺ کی شان میں ایسی اچھی تقریر کی کہ تمام حاضرین دنگ رہ گئے۔ آپ نے سب سے آخر میں خطاب کیا اور لمحہ فکر کے طور پر فرمایا کہ "جن خیالات کا یہاں مختلف مکاتبِ فکر کے ترجمانوں نے کیا ہے، اگر اسی قسم کے خیالات کا اظہار یہ اپنی اپنی مساجد میں کریں تو اتحادِ ملت کا راستہ کوئی نہیں روک سکتا۔ خرابی یہی ہے کہ یہاں جو کچھ فرمایا گیا ہے، اپنے اپنے ماحول میں خود اپنے خیالات کی تردید کرتے ہیں اور ملت کی کشتی گرداب وانتشار سے نکل کر اتحاد کے ساحل تک نہیں پہنچ پاتی"

☆...... آپ کو ہمیشہ اس بات کا گلہ بلکہ رنج رہا کہ اہلِ نجد و دیوبند مزاجاً دورنگے ہیں۔ جو یہ زبان سے کہتے ہیں، ان کے دل اس کی تصدیق نہیں کرتے۔ چنانچہ اس ضمن میں اوپر مذکورہ محفلِ میلاد کا ہی یہ واقعہ آپ سنایا کرتے تھے

"اس محفلِ میلاد میں جناح اسلامیہ کالج کے ایک پروفیسر دیوبندی حضرات کے نقیب وترجمان تھے۔ انہوں نے بھی یہاں بہت اچھی باتیں کیں، مگر اپنے ماحول میں ان کا اندازِ بیان بھی مختلف ہوتا تھا اور یہ میرا ذاتی مشاہدہ تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ جب میں بی اے کا سٹوڈنٹ تھا اور کالج کی اسلامک سوسائٹی کا پریذیڈنٹ، انہوں نے یزید کے جنتی ہونے کو شک وشبہ سے بالاتر قرار دیا۔ چند سال بعد جب میں اسی کالج میں فرائضِ تدریس سرانجام دینے لگا تو ایک دن وہاں یومِ سید الشہداء منایا گیا۔ میں نے کھل کر یزید کو گالیاں دیں اور اس کے خلاف دلائل کا انبار لگا دیا۔ میں منتظر تھا کہ پروفیسر موصوف ان کی تردید کی کوشش کریں گے، مگر پروفیسر صاحب نے اپنی تقریر میں اس "یقینی جنتی" کو مجھ سے بڑھ کر گالیاں دیں۔ دیکھا آپ نے نجد و دیوبند کا مزاج۔ قرآن پاک فرماتا ہے

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا ۚ وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ ○ (البقرہ: ۱۴) اور جب ایمان والوں سے ملیں تو کہیں ہم ایمان لائے اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوں تو کہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو یونہی (مسلمانوں سے) ہنسی کرتے تھے۔

واللہ! ایسے لوگوں کا اللہ جل مجدہ، اس کے قرآن اور اس کے دین اسلام سے بھی کوئی تعلق نہیں۔ اسی پروفیسر صاحب نے ایک دفعہ برملا کہا تھا کہ 'کون کہتا ہے اسلام میں مساوات ہے، اسلام میں کہیں مساوات نہیں' طلباء نے اردو کے صدر شعبہ سے پوچھا تو انہوں نے بالکل ریش بریدہ دنیا دار ہونے کے باوجود فرمایا "ہم تو یہی دینِ اسلام کا امتیاز سمجھتے آئے ہیں کہ اس میں مساوات ہے' اب اگر اسلامیات کے استاد کو اس کا انکار ہے تو کیا کہا جا سکتا ہے"۔ یہ واقعہ سنا کر آپ فرماتے تھے کہ "ہاں ہاں! جو نابکار محبت وغیرتِ رسول سے خالی ہو جائے، وہ اللہ تعالیٰ کی محبت وغیرت سے بھی

محروم ہو جاتا ہے۔ اب جن لوگوں نے اپنے اپنے رہنماؤں کو اللہ تعالیٰ و رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں اپنا اپنا مرکزِ محبت بنالیا ہے، انہوں نے گویا ملت اسلام کی بجائے اپنی نئی نئی ملتیں بنالی ہیں۔ سچا مسلمان سب کو چھوڑ سکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی محبت و غیرت کو ترک نہیں کرسکتا"

☆...... حضور مفکرِ اسلام علیہ الرحمہ پندرہ سال جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ میں رہے۔ یہاں متعدد بے دین جماعتوں کو قریب سے دیکھنے اور ان کے افکار سے آگاہی کا موقع ملا۔ بالخصوص جماعت اسلامی کی 'شرافت اسلامی' کے جو نمونے اسلام کے نام پر قائم ہونے والے کالج میں دیکھے، کبھی کبھار اس کا ذکر فرمایا کرتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ فرمایا

"ان (جماعت اسلامی) کے 'صالحین' کے لئے بڑی بڑی پیٹیوں میں اسلحہ آتا تھا اور یہ مہارت سے اس کا استعمال کرتے تھے۔ بعض دفعہ ادارے کے سربراہ کے پاؤں کے ارد گرد فائر کرتے تاکہ اس پر خوف و ہراس ہو اور بڑی آزادی سے پرنسپل کے دفتر میں مخالفین کو زدوکوب کرتے۔

ضیاء الحق کا دور آیا تو جماعت اسلامی نے اپنے ظلم و ستم میں مزید اضافہ کر دیا اور اساتذہ اور دوسرے ملازمین کی خفیہ رپورٹیں تیار ہونے لگیں۔ میرا ایک دوست جو گورنمنٹ ہائی سکول پسرور میں لیکچر تھا اور نیا نیا اس جماعت میں شامل ہوا تھا، ایک دن بڑی رازداری سے کہنے لگا، سب پروفیسروں اور لیکچروں کی باتیں ریکارڈ کی جاتی ہیں۔ میں نے کہا "میرے بارے میں کیا رپورٹ ہے" فرمانے لگے 'رپورٹ کے مطابق آپ دوران تدریس طلبہ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ کتنے تعجب کی بات ہے، اگر کسی لیڈر، مولوی یا سیاسی رہنما کی تعریف کریں تو یہ فرقہ واریت نہیں، اگر رسول پاک ﷺ کی مدح و ثنا کریں تو اسے فرقہ واریت کہا جائے'۔ یہ بات واقعی میں کرتا تھا اور اب بھی کرتا ہوں۔ میرے نزدیک یہ ازحد افسوس کی بات تھی اور ہے مگر جماعت اسلامی کو یہ بھی برداشت نہیں کہ اشارے کنائے میں بھی ایسی بات کی جائے جس کی زد میں ان کے آنے کا ہلکا سا امکان ہو، خدا کا شکر ہے صدر ضیاء الحق کو شاید جلد ہی ان کے طرز فکر و عمل کا علم ہو گیا، چنانچہ حکومت نے تنگ آکر سٹوڈنٹس یونینز پر پابندی لگا دی۔ پھر نتیجہ یہ نکلا کہ ضیاء الحق کی حکومت کو 'آسمانی' حکومت سمجھنے والے اس کے خلاف نعرہ زن ہو گئے اور برملا چیخنے لگے:

جنرل ضیاء، جنرل ضیاء　　　　بے شرم، بے حیا

☆...... یہ ایک دردناک لطیفہ ہے۔ سیالکوٹ میں ایک صاحب ہوا کرتے تھے، جن کی تعلیم تو واجبی تھی، تاہم انہیں میر محفل بننے کی بڑی عادت تھی اور وہ اپنی زندگی کے مشاہدات کچھ اس انداز میں نذر سامعین کیا کرتے تھے جیسے یہ نہایت قیمتی اور نادر معلومات ہوں۔ ایک دفعہ وہ اپنے ہی جیسے ایک 'محترم' کا واقعہ سنا رہے تھے، کہ میں نے ان صاحب سے پوچھا، جناب! آپ جمعہ کہاں پڑھتے ہیں، بولے میں آج کل جمعہ کہیں نہیں پڑھتا کیونکہ ان مولویوں سے بہت تنگ آ گیا ہوں۔ دیکھو یہ ملا لوگ ابو جہل کو برا کہتے ہیں، آخر وہ حضور ﷺ کا چچا تھا۔ میر محفل اس پرسوز لہجے میں یہ واقعہ بیان کر رہے تھے کہ خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں وعظ کو سننے والے ابو جہل کو رضی اللہ عنہ کہنا شروع کر دیں اور اس کے وسیلے سے کہیں دعا ہی نہ مانگنا شروع کر دیں۔ حضور قبلہ عالم نے فرمایا 'برادری میں چچا ہی ہوگا مگر اسے تو خود حضور ﷺ نے اس امت کا فرعون فرمایا تھا۔ وہ تو عمر بھر ہمارے نبی کریم ﷺ کی سب سے زیادہ مخالفت کرتا رہا۔ ابولہب جو حقیقی چچا تھا، جب وہ گستاخی و دشمنی کی بنا پر مردود و ملعون ٹھہرایا گیا، اس کی اور اس کی بیوی کی مذمت میں سورۃ ابی لہب نازل ہو گئی تو اس کے مقابلے میں ابو جہل تو ویسے بھی ہاشمی کی بجائے مخزومی تھا"

☆...... یہاں یہ بات نہایت قابل ذکر ہے اور آپ کی عظیم الشان کرامت ہے کہ زمانہ طالب علمی میں بھی اور زمانہ تدریس میں بھی جب کبھی دربار شریف حاضری کے لئے کالج وقت میں جانا پڑا، نہ کالج میں حاضری لگی اور نہ پڑھائی ہوئی۔ مثلاً کبھی کوئی میچ شروع ہو گیا یا جلسہ وغیرہ۔

......☆☆☆......

حضور محدثِ کبیر پاکستان رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم روحانی و علمی شخصیت

از قلم محمد اسحاق قادری رضوی

ولادت باسعادت: حضور محدث کبیر، پاکستان شیخ الحدیث مولانا غلام رسول قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ عظیم صاحبِ ولایت بزرگ پیر نبی بخش چشتی نظامی کے ہاں مورخہ ۲۳ اپریل ۱۹۲۰ء ضلع امرتسر (انڈیا) کے گاؤں سینہ میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا آبائی پیشہ زراعت تھا مگر اولیاء کرام سے نسبت کی بناء پر وہ اپنے اس ہونہار فرزند کو علوم دینی و روحانی سے آراستہ پیدا کرنا چاہتے تھے۔ الحمدللہ ان کے ارادے کی تکمیل ہوگئی۔

تکمیلِ علم، بیعت و حصول خلافت: حضور محدث کبیر پاکستان شیخ الحدیث مولانا غلام رسول قادری رضوی نے بریلی کی عظیم درسگاہ سے تمام ظاہری و باطنی علوم کی فراغت کی سند حاصل کی۔ وقت کے عظیم مردِ قلندر، غوثِ وقت حضور مفتی اعظم ہند الشاہ محمد مصطفےٰ خان رضا قادری رضوی نوری سے بیعت کی۔ حضور مفتی اعظم نے اس چشمہ فیض کو جاری و ساری کرنے کے لئے خلافت کی سند عطا کردی۔ اس طرح "فیضِ رضا" کا ایک اور چشمہ جاری ہوگیا۔ جو الحمدللہ فیصل آباد شہر میں واقع اعظم آباد میں دینی و روحانی رشد و ہدایات کی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔

تحریکِ پاکستان: تحریک پاکستان یعنی دو قومی نظریہ کے پرچار کے لئے آپ نے جگہ جگہ سفر کیے اور مسلمانانِ ہند کو پاکستان مسلم لیگ کے جھنڈے تلے دو قومی نظریہ کے تحت لانے کے لئے ان تھک کوششیں کیں۔ جو الحمدللہ کامیاب ہوئیں اور پاکستان دنیا کے نقشے پر ایک عظیم اسلامی مملکت کے طور پر ظاہر ہوا۔

جامعۃ العلوم سراجیہ رسولیہ رضویہ ٹرسٹ اعظم آباد کا قیام: حضور محدث کبیر رحمۃ اللہ علیہ نے یکم محرم الحرام کو ایک عظیم روحانی و دینی درسگاہ کی بنیاد اپنے دست مبارک سے رکھی، اور درس و تدریس کا فریضہ ادا کرنا شروع کیا۔ یہ روحانی و علمی فیض کا سلسلہ بریلی شریف سے جاری ہو کر جامع نظامیہ رضویہ لوہاری گیٹ لاہور اور جامع رضویہ جھنگ بازار فیصل آباد سے جامع العلوم سراجیہ رسولیہ رضویہ اعظم آباد میں منتقل ہوگیا۔ حضرت محدث کبیر پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد جامع ہذا ان کے لختِ جگر، قائد مشائخ حضرت قبلہ پیر محمد فضل حق صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی زیر قیادت بفضل خدا کامیابی کے ساتھ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔

شارح بخاری شریف (تفہیم البخاری): حضرت محدث کبیر پاکستان نے یوں تو کئی کتب تحریر فرمائیں اور حواشی لکھے لیکن ان کا سب سے انمول کارنامہ اور عوام الناس کے لئے عظیم تحفہ بخاری شریف کی آسان تشریح ہے۔ جس کو انہوں نے کئی سالوں کی شب و روز کی محنت سے ترتیب دیا۔ آج بخاری شریف کی یہ شرح ایک سند کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ ان کی اس عظیم دینی خدمت کو تا قیامت یاد رکھا جائے گا۔ حضور محدثِ کبیر پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کے فیضِ بے کنار سے جو چشمے جاری ہوئے ان میں سے چند ایک کے نام:

مولانا عبدالوہاب صدیقی (لندن)۔ مولانا شیخ الحدیث عبدالتواب صدیقی۔ صاحبزادہ سید عابد حسین علی پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ مولانا محمد یوسف نگینہ۔ شیخ الحدیث صوفی عبدالرشید رضوی، صائم چشتی، مولانا انوار السلام، مولانا شیخ الحدیث لاہوری، مفتی عبدالقیوم ہزاروی (لاہور)، شیخ الحدیث مولانا عبدالحکیم شرف القادری، مولانا شیخ الحدیث شمس الزمان قادری، شیخ الحدیث مولانا سعید قمر، مفتی ہدایت اللہ پسروری، پیر محمد افضل قادری گجرات، شیخ الحدیث مولانا محمد بخش، صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول حیدر، مولانا ارشد القادری، مفتی محمد جمیل رضوی، مولانا محمد دین چشتی، صاحبزادہ نیاز حسین، مولانا عبدالمالک، مولانا غلام محمد سیالوی، صاحبزادہ محمد نقشبند، شیخ الحدیث مولانا غلام مرتضیٰ عطائی، شیخ الحدیث مولانا معراج الاسلام، صاحبزادہ فیض القادری، مفتی محمد امین، شیخ الحدیث مولانا محمد اشرف، مولانا غلام نبی، صاحبزادہ خیر محمد، مفتی محمد حسین سکھروی، مولانا عبدالقادر، مولانا معین الدین شافی کے علاوہ حضور محدث کبیر پاکستان کے بے شمار شاگرد دنیا کے گوشے گوشے میں دین اسلام کی سربلندی کے لئے ہمہ وقت کوشاں ہیں۔

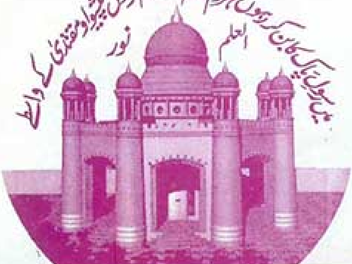
مفتی عبدالقیوم ہزاروی فرماتے ہیں: حسن عموماً دو قسم کا ہوتا ہے۔ یعنی جسمانی اور روحانی۔ ہمارے استاذ المکرم حضور محدث کبیر پاکستان کی شخصیت دونوں قسم کے حسن سے مزین تھی۔ آپ کی آنکھوں میں روحانیت کی ایک خاص چمک تھی جو دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ آپ ایک ستودہ صفات اور جامع خصوصیات کی حامل ہستی تھے۔ درس و تدریس کے وقت آپ کا انداز بیان اتنا دلنشین ہوتا تھا کہ آپ کے کلام پر ہر دل یقین کرنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔ آپ کو بھاری بھر کم بات بھی ہلکے پھلکے انداز میں بیان کرنے پر ملکہ حاصل تھا۔ آپ کے فیضان علم و معرفت سے لاکھوں علماء و فضلاء ملت سیراب ہوئے۔ آپ کی پوری زندگی محبت الٰہی، عشق رسول اور اطاعت و اتباع کا عملی نمونہ بنی رہی۔ آپ کی طبیعت سادہ مگر باوقار تھی۔ آپ اپنی باتوں اور محبت سے لوگوں کے دل میں گھر کر جاتے تھے۔ آپ ایک سچے اور کھرے باعمل مومن کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ حضور محدث کبیر پاکستان کی پاکیزہ زندگی سے بلا مبالغہ ہزاروں علماء و مشائخ عظام کے سینے نور ایمان سے منور ہوئے۔ آپ گفتار و کردار کے غازی تھے۔ آپ کی نشست و برخواست، منکسر المزاجی، تواضع اور عفو و حلم میں قرون اولیٰ کے درخشاں چہروں کے عکسِ جمیل ضوفشاں تھے۔

پروفیسر عبداللہ صاحب شریعت کالج مکہ فرماتے ہیں: کہ حضور محدث کبیر پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کے مزار واقع اعظم آباد فیصل آباد پر خدا کی رحمت کا آج بھی اسی طرح نزول ہوتا ہے جس طرح زمانہ رفتہ میں ہوا کرتا تھا۔ کسی کو علم قرآن و حدیث میں عبور حاصل ہوتا ہے مگر دیگر علوم میں وہ واجبی سا علم رکھتے ہیں، اسی طرح کوئی فقہ میں عبور رکھتا ہے تو کوئی روحانیت میں صاحب کمال ہوتا ہے۔ لیکن حضور محدث کبیر پاکستان ہر میدان میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ آپ وسیع القلب، بالغ نظر اور دور اندیش بزرگ تھے۔ محدث تھے، شیخ تھے، ملک القدریس تھے، امام منطق تھے۔

وصالِ باکمال: یہ مرد حق عاشق رسول ﷺ اپنی زندگی کی ۸۱ بہاریں ذکر اللہ تعالیٰ اور ذکر رسول اللہ ﷺ کی مجلسوں کو اپنے وجدانی و روحانی پُرنور خطابات سے مزین و منور کر کے، اولیاء کرام کی تعلیمات کو عام کرتے ہوئے مورخہ ۱۹ شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ بروز بدھ بوقتِ تہجد ذکر خدا اور ذکر رسول ﷺ کرتا ہوا وصلِ حبیب کی لذتوں سے ہمکنار ہو گیا۔

حضور محدث کبیر پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک مورخہ ۱۸، ۱۹ شعبان المعظم ۱۴۳۰ھ بمطابق ۱۱، ۱۲ اگست بروز منگل اور بدھ کو فیصل کی سرزمین اعظم آباد میں پیر محمد فضل حق سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضور محدث کبیر پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی ہو رہا ہے۔ جس میں ملک بھر کے علماء کرام و مشائخ عظام اور نعت خواں کثیر تعداد میں شرکت کر رہے ہیں۔

یا رسولِ پاک کا بن کر رہوں ہر دم غلام • غلام رسول پیشوا و مقتدی کے واسطے



چمنستانِ حضور محدثِ کبیر

دربار شریف روڈ اعظم آباد
فیصل آباد

تاج المحدثین عمدۃ المحققین محبوبِ غوث الوریٰ وارث مسند اعلیٰ حضرت
حضور مفتی اعظم ہند محمد مصطفےٰ رضا خان نوری قادری رضوی
بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ

و

شیخ العلماء رأس الفقہاء قطب الاولیاء
شیخ الحدیث حضور محدث کبیر پاکستان
حضرت علامہ مولانا
غلام رسول قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ
شارح بخاری شریف

8 واں سالانہ عرس مبارک

حضور محدثِ کبیر پاکستان رحمۃ اللہ علیہ

دستارِ فضیلت و تقسیمِ اسناد

بتاریخ

18-19

شعبان المعظم 1430ھ
بمطابق
12-11 اگست 2009ء
بروز منگل بدھ

زیر سرپرستی
نواسہ محدثِ اعظم پاکستان جگر گوشہ حضور محدثِ کبیر پاکستان
پروردۂ آغوش ولائیت
قائد مشائخ
پیر محمد فضل حق صاحب قادری رضوی

حاجی محمد سعید صاحب

ملک بھر سے جید علماء کرام و مشائخ عظام کثیر تعداد میں شرکت کریں گے
ملک کے مشہور و معروف ثناخوان حضرات شرکت کریں گے

نوٹ: عرس مبارک ہر سال
18-19 شعبان المعظم کو ہوتا ہے

منجانب: پیرزادہ محمد توسین حق رضوی • پیرزادہ محمد قرنین حق رضوی دربار حضور محدث کبیر پاکستان دربار شریف روڈ اعظم آباد فیصل آباد
Tel: 041-2694336-7-2590169 Fax: 041-2682782

Monthly Mujallah AL-HAQIQA
August 2009
Reg.No. C.P.L. 169

